باب سوئم

سوال

''جو چیز زمین پر ہے
ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے
تا کہ لوگوں کی آزمائش کریں
کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔
اور جو چیز زمین پر ہے
ہم اس کو (تباہ کر کے)
بنجر میدان کر دیں گے۔
سورۃ الکہف (۷تا۸)

....

''تم دونوں نے اچھا کام کیا ہے۔کل سے تم دونوں باقائدہ میری ہیلپر کے طور پہ کام کرو گی۔'' اس بڑی عمر کے مرد نے اپنے سامنے کھڑی دو کم عمر لڑکیوں سے کہا۔دونوں بہت خوش نظر آتی تھیں۔وہ تینوں ہسپتال کی ایک راہداری میں کھڑے تھے۔راہداری میں آمنے سامنے کمرے بنے تھے۔وہ راہداری کے آخری کمرے، جو اس ڈاکٹر کا آفس تھا، سے نکلے تھے۔

''بہت شکریہ......'' گورے رنگ والی لڑکی نے کہا۔وہ واقعی خوش نظر آتی تھیں۔''سر......ایکچوئلی......(ذرا رکی، جیسے ہمت اور الفاظ جمع کر رہی ہو) ہمیں کچھ پیسے بھی چاہئے ہیں۔'' اس نے کہا۔

دوسری لڑکی خاموش رہی۔

''ہاں......ملیں گے، لیکن زیادہ نہیں۔اتنے مل سکتے ہیں کہ تم دونوں ایک کمرہ لے کر اس میں رہ لو۔پاس ہی ایک جگہ ہے وہاں کمرے سستے میں مل جائیں گے۔کھانا تم لوگ یہیں سے کھا لینا۔'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے انہیں کہا۔

گوری لڑکی نے اپنے ساتھ کھڑی سانولی رنگت والی لڑکی کو دیکھا۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔دونوں کی آنکھوں میں واضح خوشی تھی۔دونوں کو اپنے مسئلے حل ہوتے نظر آ رہے تھے۔

''شکریہ سر......'' اس نے کہا۔

''چلو اب میرے ساتھ آؤ۔ایک آپریشن ہے، مجھے اسسٹ (Assist) کرو۔میں اس بہانے تم لوگوں کو کام کرتا دیکھ بھی لوں گا اور تم لوگوں کو کچھ باتیں بھی سمجھا دوں گا۔'' ڈاکٹر کہتا آگے چل پڑا۔

وہ دونوں خوشی سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیں۔

''زندگی اچھی ہونے والی ہے میری بین سن......'' تب سے خاموش، لیزا نے کہا۔

میری نے آنکھیں چمکا کر اسے دیکھا۔''ہاں......بس اب سب ٹھیک ہو جائے گا'' وہ پرجوش سی ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔

راہداری ختم ہوئی اور وہ دائیں طرف مڑ گئے۔ بڑے سے ہال سے وہ گزرے۔ ہال میں جگہ جگہ بینچ لگے تھے۔ لوگوں سے بینچ بھرے ہوئے تھے۔ سب لوگ اپنے پیاروں کے ٹھیک ہو کر کمرے سے باہر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک اداس نظر ان سب پہ ڈال کر وہ آگے بڑھ گئیں۔

ہال ختم ہوا تو ایک کمرہ آیا۔ اس کا دروازہ سفید رنگ کا تھا۔ ڈاکٹر دستک دیے بغیر اندر داخل ہوا۔ وہ دونوں بھی اندر داخل ہوئیں اور لیزا نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ کمرے میں پلنگ، جس پہ سفید ہی چادر بچھی تھی، پہ ایک بوڑھا آدمی لیٹا ہوا تھا۔ وہ بیمار تھا۔

''کیا رپورٹ ہے ان کی؟'' ڈاکٹر نے بیڈ کے پاس کھڑے ایک کم عمر ڈاکٹر سے پوچھا۔ وہ اس کے سینیئر تھے۔ ڈاکٹری کوٹ پہنے اس نوجوان نے سینیئر ڈاکٹر کو مریض کی حالت کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر نے اس کی فائل کھولی اور اس کی بات سن کر سر اثبات میں ہلایا۔

پلنگ پہ لیٹا وجود نیند میں تھا۔ میری اور لیزا وہیں کھڑی تھیں۔ کمرہ دن کی روشنی سے روشن تھا۔ اس کے علاوہ ہسپتال میں بجلی کا انتظام بھی تھا۔ فورکس کے کچھ علاقے میں بجلی میسر تھی اور کچھ میں نہیں۔

ڈاکٹر نیا س نوجوان کو کچھ ہدایات دیں اور پھر ان دونوں لڑکیوں کو بھی کچھ باتیں بتائیں۔ دونوں نے سمجھ کر سر ہلایا۔

ڈاکٹر کمرے سے باہر چلا گیا اور وہ دونوں اس نوجوان ڈاکٹر کے ساتھ آپریشن کی تیاری کرنے لگیں۔ تمام ضروری سامان اپنے پاس رکھا اور میری ڈاکٹر کو بلانے چلی گئی۔

دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی تو ایک نوجوان لڑکا، جس کی آنکھیں کالی تھیں، سر پہ کالے بال اور پینٹ شرٹ میں ملبوس، ہاتھ میں گھڑی پہنے وہ کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھنے والا لگتا تھا، فوراً میری کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ اداس اور پریشان لگتا تھا۔

''میرے ڈیڈ کی طبیعت کیسی ہے؟'' وہ پریشانی سے بولا۔

میری نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔''پارڈن؟'' اسے اس کی بات سمجھ نہیں آئی۔

''اندر میرے ڈیڈ ہیں۔'' اس نے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

میری سمجھ گئی۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔''وہ ابھی ٹھیک نہیں ہیں سر۔ آپ دعا کریں۔ ڈاکٹر ان کا آپریشن شروع کرنے لگے ہیں۔ میں ڈاکٹر کو ہی بلانے جا رہی ہوں۔'' وہ اسے بتا رہی تھی۔

''آپریشن......'' وہ مزید پریشان ہو گیا۔''کیا زیادہ مسئلہ ہے؟''

''یہ تو ڈاکٹر کو ہی پتا ہے سر......میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔'' اس نے جیسے جان چھڑوانے والے انداز میں کہا۔''آپ پریشان نہ

ہوں۔ میں ان کا خیال رکھوں گی۔'' لڑکے کی پریشانی دیکھ کر اس نے فوراً کہا۔ شاید اسے اپنا باپ یاد آ گیا تھا۔

''بہت شکریہ......'' وہ ممنون لہجے میں بولا۔'' آپ کا نام کیا ہے؟'' لڑکے نے پوچھا۔ وہ ذرا متذبذب سی ہو گئی تھی مگر فوراً بول اٹھی۔

''میری بین سن......'' نجانے کیوں وہ بول اٹھی تھی؟

''میرا نام نولان وِلسن (Nolan Wilson) ہے۔ میں آپریشن سے پہلے ڈیڈ سے مل سکتا ہوں؟'' اس نے آخر میں سوال کیا۔

''وہ ابھی سو رہے ہیں۔ لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں۔ میں ڈاکٹر کو بلا لاؤں تب تک......'' میری نے اسے کہا اور نولان اسے شکریہ کہتا اندر چلا گیا۔ میری بھی ڈاکٹر کو بلانے کے لیے آگے بڑھ گئی۔

دو قدم چل کر اس کی ٹکر ایک بینچ سے ہوئی۔

ایک دم سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ اپنے کمرے میں تھی۔ اپنے خواب سے چند سال آگے۔ اپنے ماضی سے چند سال آگے۔ اپنی پرانی زندگی سے چند سال آگے۔

وہ کھلی آنکھوں سے اوپر چھت کو دیکھ رہی تھی۔ ماتھے پہ گھبراہٹ سے پسینہ آ گیا تھا۔ اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ شاید ابھی تک اسی خواب کے زیرِ اثر تھی۔

وہ کتنی ہی دیر چھت کو گھورتی رہی۔

سورج نکلے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی۔ ہوا میں ہلکی ہلکی نمی تھی۔ نیلے آسمان پہ کہیں سفید بادل تھے تو کہیں سرمئی......معلوم نہیں آج بارش ہو گی کہ نہیں؟

اس کا ذہن ماضی سے حال میں واپس آ چکا تھا۔ وہ پلنگ پہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ فراک کی آستین سے ماتھے سے پسینہ صاف کیا۔ بالوں کو گول مول کر کے جوڑے میں باندھے وہ غائب دماغی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ وہ ماضی کی تلخ حقیقتوں کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اس کا ذہن اسے روز کسی نہ کسی طرح ماضی کے گھپ اندھیروں میں لے جاتا تھا۔ وہ اس سب سے کیسے پیچھا چھڑائے؟ اسے یہ سمجھ نہیں آتا تھا۔ ماضی یاد کر کے اس کا دل بوجھل ہو جاتا تھا۔ سب کا ہی ہوتا ہے......۔ اس نے ماضی میں کیا کچھ کھو دیا تھا۔ وہ کیسے بھلا سکتی تھی؟ فورکس سے دور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھی زندگی گزارنے سے لے کر فورکس آنے تک......فورکس آنے کے بعد ہسپتال میں جاب کرنے تک......جاب سے لے کر اس اور فن ایج آنے سے ایک دن قبل تک......اسے سب یاد تھا۔ اور فن ایج آنے سے ایک دن قبل اس کی زندگی کتنی مختلف تھی۔ اس نے بہت ہمت کر کے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا تھا یا شاید اسے اٹھانا ہی پڑا تھا۔ اس کے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔ وہ ایک دن میں ہی بہت بدل گئی تھی۔ ایک لمحہ انسان کو بدلنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے چمک غائب ہو گئی تھی۔ اب وہاں ویرانی تھی۔ وہ بینچ پہ بیٹھی، اپنے ساتھ بیٹھی لیزا کو نصیحت کرنے والی میری......شاید وہ کھو چکی تھی۔ حالات نے اس میری کو دفن کر دیا تھا۔ وہ شاید اب واپس نہ آئے۔

اچانک سائڈ ٹیبل پہ رکھی الارم کلاک نے تھرتھرانا شروع کر دیا۔ میری چونک گئی۔ خیالات کا عکس ٹوٹ چکا تھا۔ اٹھ کر اس نے الارم بند کیا اور ہاتھ سے جمائی روک کر باتھ روم میں چلی گئی۔ فریش ہو کر اس نے آئینے میں خود کو دیکھا۔ ایک مہینے پہلے وہ کتنی خوش تھی اور ایک مہینے میں کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ وہ مطمئن تھی۔ ہنستی کھیلتی میری بین سن......اور فن اینج آئے اس کا آج ساتواں دن تھا۔ مگر اور فن اینج آنے اسے چند دن پہلے اس پہ قیامت ٹوٹی تھی۔ وہ اس قیامت سے بکھر گئی تھی۔ اس کی ہنسی گم ہو گئی تھی۔ وہ ٹوٹ گئی تھی لیکن......اس نے ہمت کی اور وہ اور فن اینج آ گئی۔ اگر وہ اشتہار نہ پڑھتی تو شاید وہ آج کسی قید خانے......

اس نے سوچا۔

دروازہ بجا تو میری نے سر سے تمام سوچوں کو جھٹکتے ہوئے ''آ جاؤ'' کہا۔ چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اپنے اندر چلتے طوفانوں کو چھپانے کے لیے مسکراہٹ سے بڑا خول کیا ہو سکتا ہے؟

دروازہ اپنی مخصوص آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ بھاری جسم لے کر انجلین اندر داخل ہوئی۔ بھورے بالوں کو ہمیشہ کی طرح جوڑے میں قید کیے، ہلکے رنگ کے فراک پہ اپنا ازلی ایپرن پہنے وہ مسکرا رہی تھی۔ میری کے چہرے کی مصنوعی مسکراہٹ اسی طرح قائم تھی۔

''گڈ مارننگ میری......'' انجلین نے مسکراتے چہرے سے کہا۔

میری نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔ ''تھینک یو......'' اور بعد میں اسے بھی گڈ مارننگ کہا۔

''میں تمہارا حال پوچھنے آئی تھی۔'' انجلین نے اسے بغور دیکھا۔ ''پر تم ٹھیک لگ رہی ہو۔ مجھے خوشی ہوئی۔''

وہ دونوں بیڈ پہ بیٹھ گئیں۔ سورج کی سنہری کرنیں کھڑکی سے ہو کر اس کے کمرے میں آ رہی تھیں۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔'' وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

''میری......تم نے سامان ابھی تک الماری میں نہیں رکھا؟'' انجلین کی نظر ایک دم اس کے سوٹ کیس پہ پڑی۔

''پتا نہیں......'' وہ بے دلی سے بولی۔

انجلین نے گردن پھیر کر اسے دیکھا۔ ''کیوں پتا نہیں؟ آؤ ہم دونوں مل کر رکھ لیتے ہیں۔ اب کون سا تم نے پانی بھرنے جانا ہے؟'' انجلین آخر میں ہنس دی۔ میری بھی ہلکا سا ہنسی۔ صرف انجلین کو دکھانے کے لیے......ورنہ اس کا دل اداس تھا۔ یہ اداسی وہ انجلین کو نہیں دکھا سکتی تھی۔ اگر وہ دیکھ لیتی تو وہ لازمی سوال کرتی۔ میری ایسے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ اس کیفیت میں نہیں تھی۔

وہ دونوں اٹھیں اور میری کے دونوں سوٹ کیس زمین پہ لٹا کر کھول دیے۔ اندر کپڑے تھے۔ پھیکے اور گہرے رنگ کے کپڑے......

''میری......تم سے ایک بات پوچھوں؟'' انجلین کی نظریں کپڑوں پہ ہی تھیں۔

میری کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس کے ماضی کے بارے میں ہی بات کرے گی۔ اب وہ منع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ''پوچھو......''

''تم پہلے کہاں رہتی تھی؟'' وہ میری کے اندازے پہ پورا اتری تھی۔

''یہیں فورکس میں......پر میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔ پلیز......'' اس کی آنکھوں کے گرد پانی جمع ہونے لگا تھا۔

وہ دونوں زمین پہ دوزانو بیٹھی تھیں۔ دونوں کی نظریں سامنے کپڑوں پہ تھیں۔ کھڑکی سے باہر پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ صبح کے خوبصورت گیت......

''کسی سے بات کرنے سے دل ہلکا ہوجاتا ہے میری۔ تمہیں شاید کوئی بات سننے والا چاہئے۔ تم مجھے بتا سکتی ہو۔'' انجلین نے کہا۔

میری نے اداسی سے گردن اوپر نیچے ہلائی۔ ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''تو تم مجھے بتادو۔ میں وہ سننے کے لیے بیٹھی ہوں۔''

''شاید میری تکلیف، بتانے سے کم نہ ہو۔''

''تم کوشش کرسکتی ہو۔''

''میں ابھی کرنا نہیں چاہتی۔''

''ابھی بھی نہیں......تو پھر کب؟''

''شاید پھر کبھی......'' اس کا لہجہ اداس تھا۔ انجلین نے سر اثبات میں ہلایا۔

''جب تمہیں میری ضرورت ہو تو مجھے بتادینا'' وہ اپنائیت سے بولی۔

میری نے اب نظریں پھیر کر اس کی طرف دیکھا۔ انجلین بھی گردن پھیر چکی تھی۔ اسے میری کی آنکھوں میں اداسی......خالی پن......اور آنکھوں کے گرد نمی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ میری نے پھر سے نظریں کھلے سوٹ کیس میں پڑے کپڑوں کی طرف موڑ لیں۔ ہاتھ سے آنکھوں کی نمی صاف کی۔

''یہ وہاں رکھ دیتی ہوں۔'' اس نے بات ٹالنا چاہی اور دو تین جوڑے اٹھا کر الماری کی طرف چلی گئی۔ بھوری آنکھوں والی انجلین نے اسے اداسی سے دیکھا۔

پہلا سوٹ کیس خالی ہوچکا تھا۔ میری نے پہلے الماری سے گرد صاف کی تھی پھر ہی اپنے کپڑے اندر رکھے تھے۔ تمام کام خاموشی سے ہوا تھا۔ میری الماری میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ دوسرے سوٹ کیس کے سامنے انجلین بیٹھ گئی اور اسے کپڑے اور چند چیزیں پکڑانے لگی کہ اس کی نظر ایک کتاب پہ پڑی۔ سخت جلد والی کتاب......ملائم صفحات والی کتاب......سنہرے حروف والی کتاب......

انجلین نے کتاب کو تعجب سے دیکھا۔ انجلین کی طرف اس کی پشت تھی۔ انجلین نے کپڑے ایک طرف رکھے اور کتاب اٹھائی......اسے کھولا......اور......جیسے اس کا سانس ہی اٹک گیا۔ میری کے پاس یہ کتاب ہے، انجلین اس بات کو دور دور تک بھی تصور نہیں کرسکتی تھی۔

''میری......'' وہ ہلکی آواز سے بولی۔ میری نے گردن پھیر کر اسے دیکھا پھر اس کے ہاتھ میں پکڑی سخت اور مضبوط جلد والی کتاب کو......

اسے سب سمجھ آ گیا تھا۔

اس کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

''خدا کون ہوتا ہے؟'' وہ حیران سی اپنے سامنے بیٹھے شخص سے پوچھ رہی تھی۔

''جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ جو تمہارا مالک ہے۔'' وہ شخص اسے بتا رہا تھا۔ وہ اسے سن رہی تھی۔

''انسان کو تو انسان ہی پیدا کرتا ہے۔'' اس نے کہا۔ سامنے بیٹھا شخص مسکرا دیا۔

''پہلے انسان کو کس نے پیدا کیا تھا؟'' اس نے سوال کیا۔ وہ گنگ رہ گئی۔ اس کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

''میں نہیں جانتی......'' اس کا اپنا اندازہ غلط ثابت ہو گیا تھا۔

''خدا نے ہی......'' اس شخص نے کہا۔

''پر...... مجھے نہیں پتا خدا کون ہے۔ میں کیسے مان لوں؟'' اس نے سوال کیا۔

''اگر تم اپنی تخلیق پہ غور کرو تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا۔'' سامنے بیٹھا شخص مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ دونوں ایک کمرے میں بچھے قالین پہ دوزانو بیٹھے تھے۔ کمرے میں فی الحال زرد روشنی پھیلی تھی کیونکہ بجلی کا ابھی مستقل انتظام نہ تھا۔

''کیا مطلب؟ سب انسان ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ اس میں غور کرنے والی کیا بات ہے؟'' وہ جیسے کوئی صحیح اور صاف جواب چاہتی تھی۔

''درست...... لیکن کس نے انسان کو ایسا بنایا ہے؟ کس نے انسان کو اتنا خوبصورت بنایا ہے؟ کس نے انسان کو اتنا پرفیکٹ بنایا ہے؟ تم اپنے آپ کو آئینے میں تو دیکھو۔ سر پہ بال دیکھو۔ کسی کے کالے ہیں۔ کسی کے گولڈن ہیں۔ کسی کے براؤن ہیں۔ کس نے انہیں مختلف رنگ دیے ہیں؟ یہ چہرہ دیکھو۔ اس پہ آنکھیں...... ناک...... کان...... ہونٹ...... سب کتنے اچھے طریقے سے بنائے گئے ہیں اور سب کتنی اچھی جگہ فکس کیے گئے ہیں۔ کس نے کیا ہے یہ؟ پھر گردن دیکھو جس کے اوپر چہرہ ہے۔ اس گردن کو موڑ کر تم ادھر ادھر دیکھ سکتی ہو۔ کندھے دیکھو جس کے ساتھ بازو لگے ہوئے ہیں۔ ہاتھوں کی پانچ انگلیاں ہیں جن سے تم کام کرتی ہو۔ کس نے بنایا ہے یہ سب؟ پھر باقی جسم دیکھو۔ ٹانگیں اور پاؤں دیکھو جن سے تم چلتی ہو۔ یہ کس نے ڈیزائن کیے ہیں؟ کون اتنا پرفیکٹ بنانے والا ہے؟ کیا کوئی انسان؟ نہیں......'' وہ دم سادھے اس کی بات سن رہی تھی۔ اپنے اندر وہ کسی روشنی کو اترتا اور ہر پل بڑھتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

''تم آنکھ کو دیکھو۔ یہ کیسے دیکھتی ہے؟ کیسے اسے سب نظر آتا ہے؟ ناک کیسے سونگھتا ہے کہ یہ بدبو ہے اور یہ خوشبو؟ یہ کس نے سکھایا ہے؟ منہ سے تم آواز کیسے نکالتی ہو؟ زبان کیسے ہلتی ہے اور تم بولتی ہو؟ ہاتھوں کو کیسے پتا چلتا ہے کہ یہ چیز ایسے پکڑنی ہے؟ ہاتھ اور بازو حرکت کیسے کرتے ہیں؟ کس نے بتایا ہے انہیں؟ پاؤں سے تم کیسے چلتی ہو؟ کیسے وہ تمہیں آگے لے جاتے ہیں؟ کس نے اتنا اعلیٰ سانچہ بنایا ہے اور پھر انسان کو اس سانچے میں ڈھال کر بنایا ہے؟ سب سے بڑی بات یہ کہ تم سانس کیسے لیتی ہو؟ کون بتاتا ہے تمہیں کہ ہوا کو اندر کرو اور

پھر باہر نکالو؟ منہ سے بیک وقت تم بولتی بھی ہو اور سانس بھی لیتی ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ دماغ سے تم کیسے سوچتی ہو کہ میں نے اب یہ بات کرنی ہے یا یہ کام کرنا ہے؟ کانوں سے کیسے سنتی ہو؟ کیسے کانوں کو پتا چلتا ہے کہ یہ بری آواز ہے اور یہ اچھی آواز ہے؟ کیسے وہ آواز سنتے ہی پہچان جاتے ہیں کہ یہ تمہارے کسی قریبی کی آواز ہے یا اجنبی کی......؟ یہ کس نے بنایا ہے؟ کس نے انسان کی تخلیق اتنے پرفیکٹ طریقے سے کی ہے کہ اس میں کوئی غلطی نظر ہی نہیں آتی؟'' وہ بول رہا تھا۔

زرد روشنی کے باعث کمرے کا ماحول بھی پراسرار تھا۔

''کون؟'' بغیر لب ہلائے لڑکی نے ہکا بکا ہو کر کہا۔ سامنے بیٹھا شخص مسکرا دیا۔

''اللہ......'' اس شخص نے بھی بغیر لب ہلائے دنیا کا خوبصورت ترین نام ادا کیا۔

''اللہ......؟''

''ہاں اللہ......اللہ ہمارا خدا ہے۔ اور......'' اس نے پہلے دوسری زبان میں کچھ پڑھا جو اسے سمجھ نہ آیا پھر اس کا ترجمہ بتایا۔'' کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ اور کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ (سورۃ الاخلاص)'' اس شخص نے انتہائی سادگی سے اسے بتایا پھر اٹھا اور الماری سے ایک کتاب نکال لایا۔

وہ حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔ کتاب لا کر وہ واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا۔ لڑکی بغور اس کتاب کو دیکھ رہی تھی۔ اس شخص نے کتاب کھولی اور وہ صفحہ کھولا جس پہ وہ الفاظ درج تھے جو اس نے ابھی پڑھ کر سنائے تھے۔ پہلی سطر میں دوسری زبان لکھی تھی اور نچلی سطر میں انگریزی ترجمہ۔ وہ حیران پہ حیران ہو رہی تھی۔ وہ کیا کہتی اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

''یہ کتاب...... یہ کون سی کتاب ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''یہ قرآن ہے۔'' کتاب ہاتھ میں تھامے اس شخص نے بتایا۔

وہ زرد روشنی میں بھی اس لڑکی کے چہرے پہ حیرت دیکھ سکتا تھا۔

''یہ تمہیں کس نے دی ہے؟ اور اس میں کیا لکھا ہے؟'' وہ سوال کر رہی تھی۔

''یہ ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ یہ آسمان سے زمین پہ نازل ہوئی ہے۔'' وہ اسے جواب دے رہا تھا۔

''کیسے؟'' وہ ناسمجھی سے بولی۔

''وحی کے ذریعے......'' وہ مسکرایا۔ اسے ابھی بہت سی باتیں اسے بتانی تھی۔ وہ آسان الفاظ کا چناؤ کر رہا تھا تاکہ اسے سمجھ آ جائے۔'' اللہ نے یہ کتاب اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ وحی کے ذریعے نازل کی ہے۔ وحی کہتے ہیں پیغام کو......اللہ نے اپنے ایک فرشتے کے ذریعے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ کتاب اتاری ہے۔ اور یہ بہت صدیوں پہلے کی کتاب ہے اور آج تک اسی طرح محفوظ ہے۔ یہ سچی کتاب ہے۔'' اس نے کتاب بند کر دی۔

''پیغمبر کون ہوتا ہے؟'' ایک اور سوال......

''میسج دینے والا......وہ انسان جس پر اللہ اپنا پیغام نازل کرتا ہے اور وہ اللہ کا پیغام ہمیں بتاتا ہے۔''اس کے پاس لڑکی کے ہر سوال کا جواب تھا۔

''تمہیں کیسے پتا یہ سچی کتاب ہے؟''لڑکی چاہتی تھی کہ اپنے ذہن میں آیا ہر سوال ہی پوچھ لے۔

سامنے بیٹھا شخص ایک بار پھر مسکرایا اور کتاب کا پہلا صفحہ کھول کر اس کے سامنے کیا۔لڑکی دیکھ سکتی تھی پھر اس شخص نے پہلی سطر پڑھی۔''یہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔(یہ) ہدایت کا ذریعہ ہے، پرہیز گاروں کے لیے.....''انگلی رکھے وہ اسے بتا رہا تھا کہ وہ یہاں سے پڑھ رہا ہے۔

''یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ایسے تو کسی بھی کتاب کے شروع پہ لکھ سکتے ہیں۔''وہ فوراً بولی کہ شاید اسے جھوٹا ثابت کر دے۔

''مگر آج تک کسی کتاب کے شروع میں یہ نہیں لکھا۔پوری دنیا میں صرف اسی کتاب کے پہلے صفحے پہ ہی اس کتاب کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔''اس نے لڑکی کو جواب دیا۔ایسا جواب کہ لڑکی سوچنے پہ مجبور ہو چکی تھی کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔

''کیا تم نے کسی کتاب کے شروع میں ایسا کچھ لکھا دیکھا ہے؟ بڑے بڑے سائنسدان بھی جب کوئی تحقیق کرتے ہیں تو وہ بھی یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اٹل سچ ہے۔وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ سو فیصد درست ہے۔اور کچھ عرصے بعد وہ اپنی ہی تحقیق کو رد کر کے نئے خیالات لے آتے ہیں۔بعض دفعہ کوئی اور ان کی تحقیق کو رد کر کے نئی بات سامنے لے آتا ہے۔دوسری طرف دنیا میں صرف ایک قرآن ہی ہے جس کے شروع میں ہی لکھا کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔''لڑکی کے اعتراض کی ایک بار پھر تردید ہو چکی تھی۔

''مجھے یہ کتاب پڑھ کر سناؤ۔''اب اس کے پاس شاید کوئی سوال نہ تھا۔

وہ شخص مسکرا دیا اور کتاب کو درمیان سے کھولا۔سنہری روشنائی سے لکھے الفاظ بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔لڑکی دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ ذات جس نے اپنے بندے (رسول پاک ﷺ) پہ یہ کتاب (قرآن) نازل کی، اور تم اس میں کوئی کجی (ٹیڑھا پن) نہ پاؤ گے۔

یہ کتاب قائم رہنے والی ہے تاکہ یہ لوگوں کو اس (اللہ) کے عذاب سے ڈرائے اور خوشخبری دے ایمان والوں کو، جو اچھے اعمال کرتے ہیں، ان کے لیے اچھا اجر ہے۔

وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ڈرائے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے (یعنی یہودی اور عیسائی)۔

نہ ان کے اور نہ ہی ان کے آباؤاجداد کے پاس علم (حق) ہے، وہ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، مگر یہ سب باتیں جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔

ایسا نہ ہو کہ آپ ان کے پیچھے افسوس کرتے کرتے خود کو ہلاک کر ڈالیں کہ وہ اس بات (قرآن) پہ ایمان نہ لائے۔

بے شک ہم نے زمین اور جو کچھ اس پہ ہے، کو خوبصورت بنایا تا کہ ہم آزمالیں کہ ان میں سے کون اچھے اعمال کرنے والے ہیں۔

اور جو کچھ بھی زمین پہ ہے ہم اس کو (ایک دن تباہ کر کے) بنجر زمین بنادیں گے۔

کیا تم نے گمان کرلیا ہے کہ غار میں رہنے والے (اصحابِ کہف) اور تختی والے ہماری عجیب نشانیوں میں سے ہیں؟

جس وقت ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے کہا، اے ہمارے رب، ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر اور ہمارے کام میں ہمیں کامیابی (اور راہنمائی) عطا کر۔'' (سورۃ الکہف:۱-۱۰)

اس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات پہلے عربی میں پڑھیں اور پھر ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ میری کو اپنے آنسوؤں پہ قابو نہ رہا۔ وہ بے آواز روئے جا رہی تھی۔ اس کے سامنے آئینہ سا کھل گیا تھا۔ وہ عیسائی تھی اور یہ دس آیات اسے ایسے چھو گئیں تھیں کہ بیان سے باہر......وہ کبھی بھی مذہبی نہیں رہی تھی۔ اسے خدا کی پہچان بھی نہیں تھی۔ وہ کبھی بھی چرچ نہیں گئی تھی۔ اس نے اپنی زندگی کے اتنے سال ایک ایسے مذہب کو ماننے میں گزار دیے جس میں ملاوٹ کر دی گئی۔ حق حق نہ رہا مگر ان آیتوں کو سن کر اسے اس بات کا احساس بخوبی ہو گیا تھا۔

''مجھے اس کتاب کو پڑھنا ہے زبیر......'' وہ روتے ہوئے بولی۔ ''مجھے اسے پڑھنا سکھاؤ۔'' وہ ذرا آگے بڑھی تو زبیر مسکرادیا۔

''تمہیں اسلام قبول کر لینا چاہیئے میری......'' زبیر نے کتاب بند کی اور پاس رکھے ٹیبل پہ رکھ دی۔ میری نے آنسو صاف کیے اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

زبیر نے اسے سر ڈھانپنے کا کہا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر زبیر نے اسے اسلام کے بارے میں بنیادی باتیں بتائیں اور اس کی مکمل رضامندی سے اسے کلمہ شہادت پڑھوادیا۔ میری نے اس کی ساری باتیں سنیں اور سمجھ کر سر ہلایا۔ آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم خود کو بدلیں۔ ہم اپنی غفلت کی زندگی سے باہر آ جائیں۔ ہم اپنے دین کو پہچان جائیں۔ ایک بندہ ہوتا ہے، بائے چانس مسلمان...... یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان پیدا کیا۔ دوسرا بندہ بائے چوائس (by choice) مسلمان...... یہ وہ ہوتے ہیں جو غفلت بھری زندگی گزار چکے ہوتے ہیں اور انہیں اسلام کی خوبصورتی کا احساس ہوتا ہے۔ انہیں اسلام کی پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے تبھی وہ اپنی پرانی زندگی کو چھوڑ کر اسلام جیسے دین کو اپناتے ہیں۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں مسلمان پیدا کیا۔ اب ہمیں بھی اسلام کو بائے چوائس اپنانا چاہیئے۔ ہمیں اپنی غفلت کی زندگی چھوڑ کر اسلام کی پاکیزگی کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیئے۔ اسی میں ہی ہماری بھلائی ہے۔ اسی میں ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

''تمہارا نام......وہ بھی اسلامی ہونا چاہیئے۔'' زبیر نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا اور سوچنے لگا۔ میری بار بار اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔

وہ خوش تھی۔ زرد روشنی سے منور کمرے میں اس کے دل کو سفید روشنی مل گئی تھی۔ وہ سفید روشنی جو نور ہے۔ اللہ کی کتاب کا نور...... ہدایت کا نور......

☆☆☆☆☆☆

''یہ کتاب تو قرآن ہے۔'' انجلین اچھنبے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میری کے ہوش اڑ گئے۔ اداسی میں وہ قرآن چھپانا ہی بھول گئی تھی۔ وہ اسے دراز میں ہی رکھتی تھی مگر نہ جانے کیوں کل اس نے سوٹ کیس میں ہی رکھ دیا تھا۔

''انجلین......'' وہ اس کی طرف گھومی۔ اس کی آواز بہت آہستہ تھی۔

''تم مسلمان ہو؟'' انجلین بس اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

میری نے خود کو پرسکون کیا۔ اس کے اندر اعتماد بڑھتا گیا اور وہ الماری کے ساتھ کھڑکی سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

''ہاں......میں مسلمان ہوں۔'' کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ ''اگر تم لیڈی مہر کو بتانا چاہتی ہو تو بتا دو۔ اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔ میں کہیں اور چلی جاؤں گی۔ مجھے کوئی نہ کوئی جگہ مل جائے گی۔'' باہر بہت سے اڑتے پرندے نظر آ رہے تھے۔

''نہیں......میں نہیں بتاؤں گی۔'' انجلین بولی۔

میری اسے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ وہ باہر ہی دیکھتی رہی۔

''انجلین......اگر (وہ اب اس کی طرف مڑی) تم بتانا چاہتی ہو تو......''

''نہیں......میں نے کہا ناں۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ یہ تمہارا راز ہے۔ یہ تمہاری مرضی ہے۔ میں تمہاری مرضی کا احترام کروں گی۔'' انجلین نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ میری کے چہرے پہ سکون چھا گیا۔

کھڑکی سے تیز ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ میری اور انجلین کے بال لہلہا گئے۔

دونوں نے بیک وقت کھڑکی کی طرف دیکھا۔

سفید بادل دوسری طرف جا رہے تھے۔

سرمئی بادل اور فن ایج کے آسمان پہ اکٹھے ہوتے چلے گئے۔

ہوا تیز ہوتی گئی۔

بادل اکٹھے ہوتے گئے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے بادل برسنے لگے۔

بارش تیز ہوتی چلی گئی۔

ماحول بھیگتا گیا۔

میری فوراً کھڑکی تک آئی۔ ایک سرسری سے نظر سامنے بہتے دریا پہ ڈالی اور اسی پل......اس کی نظریں وہیں جم گئیں۔

''انجلین......'' میری بغیر مڑے بولی۔ ''یہاں آؤ ذرا۔''

انجلین زمین سے اٹھی اور کھڑکی تک آئی۔ ''کیا ہوا؟''

''وہ دیکھو......''اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر انگلی سے اشارہ کیا۔بارش نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ بھگو دیا تھا۔

''کیا ہوا؟''انجلین کو سمجھ نہ آیا۔

''وہ دیکھو......وہاں ایک گاڑی ہے۔اس میں سے دھواں نکل رہا ہے۔اور اس میں (ذرا غور سے دیکھا) شاید......فرنٹ سیٹ پہ دو لوگ بیٹھے ہیں۔''وہ بتا رہی تھی۔بڑھا ہوا ہاتھ اندر کھینچ لیا۔

انجلین بھی ذرا آگے ہوئی اور غور سے دیکھا۔''ہاں......گاڑی ہے۔''وہ بولی۔''اور دھواں بھی نکل رہا ہے۔اب؟''

''اب کیا؟ہمیں انہیں بچانا چاہیے۔کیا پتا وہ زندہ ہوں؟''وہ تیزی سے بولی۔

''چلو پھر جلدی......''انجلین نے کہا۔میری نے اپنی برساتی پہن لی۔انجلین نیچے جا کر پہنے گی۔

''میں نے کل رات کو بھی گاڑی کی لائیٹیں دیکھی تھیں۔میں نے تب زیادہ غور نہیں کیا تھا۔''وہ تیز تیز زینے اترتی اسے بتا رہی تھی۔

''اگر وہ زندہ ہوئے؟''انجلین نے پوچھا۔

''تو ہم انہیں لے آئیں گے۔لیڈی مہر ہمیں جانے دیں گیں وہاں؟اگر انہوں نے ہمیں روک لیا تو؟''وہ فکرمندی سے بولی۔

زینے ختم ہو چکے تھے۔''لیڈی مہر اور فن ایج میں نہیں ہیں۔وہ شہر گئی ہیں۔وہ ایک ڈاکٹر کے پاس جاتی ہیں مہینے میں ایک دو بار......آج بھی وہیں گئی ہیں۔''وہ انجلین کے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔

''ویری گڈ......''وہ مسکرائی۔وہ ڈاکٹر کے پاس جاتی ہیں؟کیوں......شاید اپنا دماغی علاج کروانے......اس نے سوچا۔

انجلین برساتی پہن کر کمرے سے باہر نکلی۔بارش کی رفتار میں کمی آ گئی تھی مگر بہت زیادہ نہیں......

''بچے کہاں ہیں؟''میری نے پوچھا۔اس وقت تک وہ جاگ جاتے ہیں۔

''اپنے کمرے میں ہی ہوں گے۔''وہ دونوں دروازے تک آئیں۔کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر وہ ان کی مدد کرنے کے لیے تیار تھیں۔دونوں دریا کی طرف چل دیں۔غیر ارادی طور پہ میری کی نظر اس کنویں پہ پڑی۔اسے کنواں ہر بار ہی نظر آتا تھا۔

آج پھر وہ اسی راستے پر چل پڑی۔آج پانی نہیں بھرنا تھا۔آج کسی کی جان بچانی تھی۔

''تمہارے پاس برساتی تھی تو پہلے پہن کر ہی جاتی۔''انجلین نے کہا۔

''ہاں......مجھے خیال ہی نہیں آیا اس بات کا......''اس نے جواب دیا۔

دریا تک جانے کا وہ راستہ......میری کو دو دن پہلے کا واقعہ یاد آ گیا۔آج بھی بارش ہو رہی تھی یعنی مٹی میں پھسلن ضرور ہو گی۔اسے آج احتیاط سے چلنا تھا تا کہ وہ دوبارہ نہ گر جائے۔

''انجلین دھیان سے چلنا۔''اس نے انجلین کا ہاتھ پکڑ لیا اور ڈھلوان اترنے لگی۔انجلین بھی اپنے بھاری وجود کو سنبھالے ہوئے

نیچے اتر رہی تھی۔ بارش کی رفتار مزید کم ہوگئی تھی۔ سامنے دریا نظر آ رہا تھا۔ پر...... وہ گاڑی تو دریا کے اس پار تھی...... اب؟

بہت آہستہ آہستہ دونوں نیچے اتریں۔ میری کا پاؤں...... ایک بار پھر پھسلا۔

''آرام سے......'' انجلین نے بروقت اسے گرنے سے بچالیا تھا۔ وہ نیچے نہیں گری۔

''شکریہ......''

وہ دونوں دریا کے کنارے کھڑی تھیں۔ سامنے انہیں درخت کے ساتھ لگی گاڑی نظر آ رہی تھی۔ اگر یہ درخت نہ ہوتا تو گاڑی دریا میں گر جاتی۔ گاڑی کی ہیڈ لائیٹس اب بند ہوچکی تھیں۔ میری کو وہ دو بے ہوش وجود نظر آ رہے تھے۔

''اب کیا کریں؟'' انجلین نے اپنے دونوں ہاتھ پہلو میں اٹکائے۔

میری نے گردن دائیں بائیں ہلائی۔ ''سمجھ نہیں آ رہا۔''

وہ دونوں ہی آس پاس کوئی چیز دیکھنے لگیں، جس کی مدد سے وہ دریا پار کرلیں۔ ہر بار ہی ان کی نگاہ ناکام لوٹتی تھی۔

بارش اب تقریباً رک چکی تھی۔ میری ہاتھوں کو پہلو میں اٹکائے، سوچنے والے انداز میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی۔

''میری...... بچے اور فن اسٹیج میں اکیلے ہیں۔'' انجلین کو دوسری طرف بچوں کی بھی بہت فکر تھی۔

میری نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی یا ان سنی کردی تھی۔ وہ اس وقت صرف انہیں بچانا چاہتی تھی۔ وہ اس وقت بچوں یا کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ یہ اسے قدرت نے ایک موقع دیا تھا۔ انسان کی جان بچانا بہت بڑا کام ہے۔ وہ یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی غلطی دوبارہ نہیں دہرانا چاہتی تھی۔ وہ چلتی رہی اور گاہے بگاہے کوئی راستہ تلاش کر رہی تھی۔ دفعتاً اس کی نظر سامنے پڑی۔ دور...... بہت دور لکڑی کا ایک پل بنا تھا جس کی مدد سے وہ دریا عبور کرسکتی تھی۔ بالآخر ایک راستہ تو مل ہی گیا تھا۔

''انجلین وہ دیکھو......'' اس کے انداز میں جوش تھا۔ اس کی آواز بھی بلند تھی۔

انجلین نے اس طرف دیکھا۔ میری کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس نے آگے دیکھا تو اسے بھی وہ پل نظر آ گیا۔ ''ہاں...... وہاں پل ہے۔''

''ہاں...... چلو اب اٹھو'' وہ مڑی اور دو قدم چل کر انجلین تک آئی۔

''میری...... میں وہاں نہیں جاسکتی۔ میرا سانس پھول جائے گا۔'' اس نے کہا۔ انجلین اپنا بھاری وجود سنبھال کر اتنا کیسے چل سکتی تھی؟

''دیکھو انجلین......'' میری سمجھانے والے انداز میں بولی۔ ''اللہ نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔ میں اسے ضائع نہیں کروں گی۔'' وہ تیز تیز بولتی گئی۔

''ہاں لیکن...... میں اتنا چل نہیں سکتی۔'' انجلین اس کے جذبات کی قدر کرتی تھی مگر اس کی اپنی بھی مجبوری تھی۔ ''میں......''

''انجلین...... میری...... انجلین......'' انجلین مزید کچھ بولنے والی تھی کہ انہیں اوپر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ دونوں وہ آواز

پہچانتی تھیں۔

''ہم یہاں ہیں رابرٹ......'' میری نے اونچی آواز میں جواب دیا۔ وہ سن چکا تھا اور شاید دیکھ بھی چکا تھا، اسی لیے نیچے اترنے لگا۔

''تم دونوں یہاں کیا کر رہی ہو؟'' پھولے سانس کے ساتھ اس نے پوچھا۔ وہ جلدی جلدی نیچے اترا تھا اسی لیے اس کا سانس پھول چکا تھا۔

انجلین نے اس کی بات کا جواب نہ دیا اور پاس پڑے ایک بڑے سے پتھر پہ بیٹھ گئی۔ وہ فکر مند نظر آتی تھی۔

''تم یہاں کیسے پہنچے؟'' میری نے اس سے پوچھا۔ رابرٹ نے اسے بغور دیکھا۔ آج پہلی بار اس کا صاف چہرہ نظر آیا تھا۔

''آپ میری بین سن ہیں؟'' خوبصورت چہرے والے رابرٹ نے، صاف چہرے والی میری سے سوال کیا۔

''جی......'' اس نے کہا۔

''بچوں نے مجھے بتایا کہ آپ دونوں دریا کے پاس گئی ہیں اور آپ دونوں بہت جلدی میں نکلی ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ دونوں پریشان لگ رہی تھیں۔ کیا کوئی پرابلم ہے؟'' رابرٹ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ انجلین خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''ہاں......وہ (ہاتھ سے دریا کے اس پار، گاڑی کی طرف اشارہ کیا) دیکھو۔ وہاں ایک گاڑی ہے۔ اس میں دو لوگ بیٹھے ہیں۔ شاید وہ بے ہوش ہیں۔ ہم انہیں بچانے آئے ہیں۔'' اس نے رابرٹ کو ساری بات بتائی۔ رابرٹ نے بے ساختہ سر پہ ہاتھ رکھا۔

''اب......'' اس نے پوچھا۔

''اب وہ سامنے (ہاتھ سے دوسری طرف اشارہ کیا) ایک پُل ہے۔ ہم وہاں سے دریا کراس کر سکتے ہیں۔'' میری کی پریشانی اور بے چینی اس کے انداز سے عیاں تھی۔

''لیکن وہ تو بہت دور ہے۔'' رابرٹ کے ماتھے پہ شکنیں پڑ گئیں۔ انجلین ہنوز خاموشی سے انہیں باتیں کرتا دیکھ رہی تھی۔

''او کے......تم دونوں یہاں بیٹھو۔ میں اکیلی چلی جاتی ہوں۔'' وہ تنگ آ چکی تھی۔ پہلے انجلین اور اب رابرٹ......وہ آگے بڑھ گئی۔ وہ وہاں جانا چاہتی تھی۔ کاش کہ اس کے پر ہوتے اور وہ اڑ کر چلی جاتی لیکن......اس دنیا میں تو اسے چل کر ہی جانا تھا۔ جلد سے جلد......فوراً......وہ یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ پہلے بھی ایسا موقع ضائع کر چکی تھی مگر اس بار نہیں...... ہرگز نہیں......

اس نے سوچا۔

بارش رک چکی تھی اور تیز ہوائیں چلنا شروع ہو چکی تھیں۔ تیز تیز چلتی میری کے بال ہوا سے اڑ اڑ کر پیچھے کی طرف جاتے تھے۔ اسے کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ چلتی رہی۔ اونچی نیچی جگہ پہ وہ تقریباً بھاگ ہی رہی تھی۔ اپنی ٹانگ کی درد برداشت کرتی وہ ان دونوں کو بچانا چاہتی تھی۔ وہ جیسے بھی کر کے انہیں بچانا چاہتی تھی۔

''میری......'' رابرٹ کی آواز اسے اپنے عقب سے سنائی دی۔ وہ اس سے ذرا پیچھے ہی تھا۔ ''رکیں......'' وہ بنا رکے آگے بڑھتی رہی۔ رابرٹ تیز تیز دوڑتا اس کے ساتھ آ گیا تھا۔

''مجھے بس انہیں بچانا ہے رابرٹ......'' اس کا تنفس پھول چکا تھا۔

''اوکے، ہم جا رہے ہیں۔ ہم انہیں بچالیں گے۔ آپ سب سے پہلے ریلیکس کریں۔'' رابرٹ کا سانس بحال تھا۔

''ہاں......''

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ انجلین فکرمندسی وہیں پتھر پہ بیٹھی انہیں آگے جاتا دیکھ رہی تھی۔ میری کی مدد کرنے کے لیے رابرٹ کو اس نے ہی بھیجا تھا۔ تیز تیز چلتے وہ دونوں بلآخر پُل تک پہنچ گئے۔ پل لکڑی کا تھا اور بہت پرانا تھا۔ آئے دن کی بارشوں نے اس کی لکڑی کو خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ شاید اس کی لکڑی وزن برداشت نہ کرپاتی......شاید کرلیتی......

''پُل کی حالت تو بہت خراب لگتی ہے۔ کیا ہم اس پہ چڑھ سکیں گے۔ مجھے لگتا ہے یہ زیادہ وزن برداشت نہیں کرپائے گا۔'' میری کو لگا اس کی ساری محنت رائیگاں چلی گئی ہے۔ ان کی آنکھوں کے گرد پانی جمع ہونے لگا۔

اس کے سفید رنگ کے فراک کے پیندے پہ مٹی لگی تھی۔ بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔ چہرے پہ شکستگی تھی۔

''ہم کوشش کرکے دیکھتے ہیں۔ ہم آرام آرام سے رسی کو پکڑ کر چلیں گے۔ لکڑی پہ زیادہ وزن نہیں ڈالیں گے۔'' رابرٹ نے اسے تسلی دینی چاہی۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اس پار پہنچیں گے اور اگر وہ پہنچ بھی گئے تو اس خستہ حال پُل سے وہ لوگ واپس کیسے آئیں گے؟

پھر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مضبوطی سے رسی کو تھام کر وہ دونوں پُل پہ چل رہے تھے۔ لکڑی کی حالت ابتر تھی۔ درمیان میں ایک لکڑی غائب......تو کہیں لکڑی کا کچھ حصہ ٹوٹ چکا تھا۔ نیچے بہتا دریا منہ کھولے انہیں اپنے اندر سمیٹنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ بس ایک پیر پھسلنے کی دیر تھی۔

کافی محنت کے بعد دونوں نے پُل پار کرلیا تھا۔ وہ اب دریا کے دوسرے کنارے پہ تھے۔ دریا کو انہوں نے شکست دے دی تھی۔ دونوں کا سانس پھول چکا تھا۔

''تھوڑی دیر رکتے ہیں۔ سانس سیدھا کرلیں۔'' رابرٹ نے پھولے تنفس کے ساتھ کہا۔

''نہیں۔ اور نہیں رک سکتے ہم۔ ہمیں انہیں بچانا ہے۔ پتا نہیں وہ لوگ کب سے اسی حال میں ہیں؟'' میری کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔ وہ کسی صورت یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جو انسان پہلے ایک موقع ضائع کرچکا ہو تو اسے اگلے موقعے کی تلاش رہتی ہے۔ جب یہ تلاش ختم ہوجاتی ہے تو انسان کسی حال میں بھی یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ گزر جانے کے بعد ہی تو انسان کو قدر ہوتی ہے۔

اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے۔ رابرٹ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ دونوں آگے بڑھنے لگے۔ اچانک میری کی ٹانگ میں درد اٹھا۔ اس نے کراہ کر ٹانگ پہ ہاتھ رکھا۔

''کیا ہوا؟'' دو قدم آگے چلتے رابرٹ نے اس کی کراہ سن لی۔

''میری ٹانگ......درد ہو رہا ہے۔'' وہ ذرا جھک کر ٹانگ کو ہلکا ہلکا دبا رہی تھی۔ رابرٹ نے ایک نظر سامنے گاڑی کو دیکھا۔ وہ بہت

زیادہ آگے نہیں تھی۔

''میری، بس تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ دیکھیں وہ سامنے ہی ہے۔'' میری نے اس کی بات پہ اثبات میں سر ہلایا۔ ہمت جمع کی اور پھر سے چلنے لگی۔ میری بہت ہمت سے چل رہی تھی۔ اس کی ٹانگ میں درد تھا پر اس کا سارا دھیان اب ان لوگوں کی طرف تھا۔ درد کو نظر انداز کرتی وہ آگے بڑھ رہی تھی۔ رابرٹ اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ یوں ہی چلتے چلتے وہ دونوں گاڑی تک پہنچ گئے۔ دریا کے دوسرے کنارے سے انجلین انہیں دیکھ سکتی تھی۔

گاڑی سفید رنگ کی تھی اور شاید خرابی کی وجہ سے اوپر سے گرتی ہوئی نیچے آئی تھی۔ دھواں نکلنا اب بند ہو چکا تھا۔ گاڑی سامنے ایک درخت سے ٹکرا کر ٹھہر گئی تھی۔ اگر درخت کا سہارا نہ ہوتا تو دریا اسے اپنے اندر نگل لیتا۔ اگر ذرا بھی ہلتی تو بھی دریا میں گر جاتی۔ گاڑی پہ جگہ جگہ خراشیں آئی تھیں۔ سائڈ کے دونوں شیشے ٹوٹ چکے تھے۔ میری نے اوپر کی طرف دیکھا۔ گاڑی آنے کی وجہ سے جھاڑیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ اس جگہ پہ درخت قدرے کم تھے۔ بارش ہونے کی وجہ سے گاڑی پہ لگی مٹی صاف ہو چکی تھی البتہ پہیے مٹی آلود تھے۔ میری اور رابرٹ سامنے کی طرف آئے۔ میری نے بے ساختہ منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔ منظر بہت تکلیف دہ تھا۔ سامنے کا شیشہ (سکرین) ٹوٹ چکا تھا اور سامنے بیٹھے دو نفوس شدید زخمی تھے۔ اسکرین کا ٹوٹا شیشہ ان کے منہ اور ہاتھوں کے اندر تک چلا گیا تھا۔ خون بہتا رہا تھا اور ان کے کپڑے بھی خون آلود ہو چکے تھے۔ ممکن تھا کہ وہ کافی دن پہلے سے یہاں ہوں۔ یا شاید کل...... میری اور رابرٹ کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔

''یہ...... میں......'' اس کے الفاظ بے ربط ہوئے۔ ''نبض...... میں نبض دیکھتی ہوں۔'' میری خود پہ قابو پاتی آگے بڑھی اور پہلے عورت کی نبض دیکھی۔ اسے دکھ ہوا۔ وہاں زندگی موجود نہ تھی۔

''یہ مر چکی ہے۔'' اس نے شکست خوردہ لہجے میں رابرٹ سے کہا۔ اسے لگا اسے ہی آنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ رابرٹ نے اس کی بات سنی اور آگے بڑھ کر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے آدمی کی نبض دیکھی۔

''یہ بھی مر چکا ہے۔'' دونوں کا اتنا دور آنا کسی کام نہ آیا تھا۔ اچانک میری کی نگاہ پچھلی سیٹ پہ پڑی۔ اسے سنہرے بال دکھائی دیے۔

''رابرٹ۔'' میری نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ ''یہاں ایک بچی ہے۔'' میری آگے ہوئی اور اندر سے بچی کو نکالنا چاہا۔ ''یہ سانس لے رہی ہے۔'' اسے خوشی ہوئی۔ رابرٹ کو بھی......

میری آدھی گاڑی کے اندر تھی۔ رابرٹ چلتا چلتا اس کی طرف آ گیا تھا۔ بچی کا پاؤں کسی جگہ پھنسا ہوا تھا۔ میری اسے نکالنے کے لیے مزید آگے ہوئی۔ پاؤں نکل گیا۔ اس نے اپنے آگے آئے بال پیچھے کیے۔ بچی بے ہوش تھی۔ میری ذرا سیدھی ہوئی۔ بچی سیٹ پہ سیدھی بیٹھی تھی۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ ہاتھ پہ ایک جگہ شیشہ اسے بھی لگا تھا۔ زیادہ خون نہیں بہا تھا۔

''دوسری سائڈ سے آ کر اسے باہر نکالو رابرٹ۔'' میری نے گردن ترچھی کر کے کہا۔ بچی دوسرے دروازے سے زیادہ قریب تھی۔ میری کو لگا کہ رابرٹ وہاں سے اسے آسانی سے نکال سکتا ہے۔ رابرٹ دوسری طرف آیا۔ گاڑی کا دروازہ کھولا اور بچی کو نکالنے کے

لیے ذرا آگے بڑھا۔میری گاڑی سے باہر نکل گئی۔وہ اب قدرے پرسکون تھی۔اسی دوران گاڑی میں لغزش پیدا ہوئی۔گاڑی نیچے گرنی لگی۔درخت نے مزید ساتھ دینے سے انکار کردیا اور گاڑی کا سہارا ختم......

''رابرٹ......''میری بے چینی سے چیخی۔وہ بچی کو باہر نکال رہا تھا۔گاڑی نیچے گرتی گئی۔رابرٹ نے چلتی گاڑی میں سے بچی کو باہر نکال لیا تھا۔میری نے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔

گاڑی سیدھا دریا کے اندر جا گری۔گاڑی میں دو بے جان وجود بھی......

☆☆☆☆☆☆

اورفن ایج کے بڑے سے کمرے میں موجود، وہ سب کھڑکی سے باہر دیکھ رہے تھے۔باہر کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔وہاں باغ تھا، درخت تھے، پودے تھے اور سامنے ایک گہرا کنواں تھا۔وہ باہر جا تو نہیں سکتے تھے اسی لیے ادھر سے ہی دیکھ لیتے تھے۔اس بار وہ سسٹر میری اور سسٹر انجلین کا انتظار کر رہے تھے۔یہ پہلی بار ہوا تھا کہ وہ اکیلے ہوں۔لیڈی مہر بھی ابھی تک واپس نہیں آئی تھیں۔بارش رک چکی تھی۔آسمان صاف تھا۔ٹھنڈی ہوا کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔انہیں ہوا کی تازگی بھلی محسوس ہوئی۔

''سسٹر میری اور سسٹر انجلین کب تک آئیں گی؟''نینسی نے پوچھا۔

''پتا نہیں۔''ایزابیل بولی۔

''وہ گئی کہاں ہیں؟''ایلس نے پوچھا۔بچے کبھی اکیلے نہیں رہے تھے،اسی لیے پریشان ہو رہے تھے۔

''میں نے دریا کا نام سنا تھا۔رابرٹ بھی ان کے پیچھے گیا ہے۔ابھی تک واپس نہیں آیا وہ بھی۔شام ہونے والی ہے۔''جارج نے کہا۔

''کیا تمہیں پتا ہے دریا کہاں ہے؟''وِل نے پریشانی سے پوچھا۔وہ اب ان سے بات کرتا تھا۔پہلے سے تو زیادہ ہی......

''نہیں......''نینسی نے کندھے اچکائے۔

''مجھے پتا ہے۔''ایزابیل بولی۔وہ ان سب کی نسبت ہوشیار اور عقل مند تھی۔

''وہ کیسے؟''نینسی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے ایک بار کچن کی کھڑکی سے سسٹر میری کو وہاں جاتے دیکھا تھا۔یہاں سے دائیں طرف ایک راستہ ہے۔سسٹر میری وہاں سے جاتی تھیں۔مجھے وہ راستہ یاد ہے۔''وہ مسکراتے ہوئے بولی۔یہ مسکراہٹ اس کے اپنے لیے تھی۔سب بچوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''اوہ، واؤ......''جارج بولا۔''تم تو بہت چالاک ہو ایزابیل۔''

ایزابیل فخریہ انداز میں ہنسی۔''شکریہ جارج۔''

''اب کیا کرنا ہے؟''ایلس نے پوچھا۔

''چلو ہم وہاں چلتے ہیں۔'' وِل فوراً بولا۔

''تمہارا دماغ خراب ہے وِل؟'' ایزابیل غصے سے بولی۔ ''تم جانتے ہو اگر لیڈی مہر کو پتا چلا تو وہ ہمیں کتنی بڑی سزا دیں گی؟''

وِل گھبرا گیا۔ ''لیکن......'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''نہیں۔ ہم سب انتظار کریں گے۔'' ایزابیل اونچی آواز میں بولی جیسے سب کو حکم سنا رہی ہو۔

''آخر کتنی دیر ایزابیل؟'' جارج تنگ آ کر بولا۔ وہ سب ہی جانا چاہتے تھے مگر ایزابیل انہیں جانے سے روک رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اورفن ایج سے نکالا گیا ایک قدم بھی انہیں سزا سے نہیں بچا سکتا تھا۔

''مجھے نہیں پتا جارج۔ جب تک کرنا پڑا ہم انتظار کریں گے۔ اس کے علاوہ تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔'' بالوں کی چوٹی کو ایک طرف کرتے ہوئے ایزابیل نے کہا۔

''آؤ ہم لیڈی مہر کے پاس چلتے ہیں۔ انہیں سب بتاتے ہیں۔ کیا پتا وہ ہمیں جانے دیں یا ہمارے ساتھ چلیں۔'' نینسی نے آخری حل بتایا اور ایزابیل معصوم نینسی کی بات پہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔ اس کے اس طرح ہنسنے پہ نینسی نے اسے گھور کر دیکھا۔ باقی سب نے بھی گھورا......

''تم......'' وہ پھر سے ہنسی۔ ''تمہیں لیڈی مہر اتنی رحم دل لگتی ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ چلیں گی یا ہمیں جانے دیں گی؟ وہ تو ہمیں اورفن ایج کے لان میں جانے نہیں دیتیں اور تمہیں لگتا ہے کہ وہ ہمیں دریا تک جانے دیں گی؟'' وہ استہزائیہ ہنسی ہنسی۔ آٹھ، نو سال کی ایزابیل واقعی عقل مند تھی۔

''ہوسکتا ہے کہ وہ مان جائیں؟'' جارج نے کہا تو ایزابیل چپ ہوگئی۔

''تمہیں بہت شوق ہے تو خود جا کر پوچھ لو۔ میں تو نہیں آؤں گی۔'' اس نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا اور ہاتھ جھٹکتی اپنے پلنگ پہ جا کر بیٹھ گئی۔ سب نے حل طلب نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''ہم جا کر بات تو کرتے ہیں۔'' جارج نے کہا۔ سب راضی ہوگئے۔ انہیں امید تو نہیں تھی کہ لیڈی مہر انہیں جانے دیں گی۔ وہ سب بس ایک کوشش ہی تو کرنا چاہتے تھے۔

''گڈ لک گائیز......'' چھت کو دیکھتی ایزابیل نے استہزائیہ انداز میں ہنس کر کہا۔ چاروں نے اسے نظر انداز کیا۔

وہ لیڈی مہر کے کمرے کی طرف جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

''بچی ٹھیک ہے؟'' میری گھبراتی ہوئی رابرٹ تک آئی۔ درمیان سے گاڑی غائب تھی۔

رابرٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور بچی کو زمین پہ لٹایا۔ ''ہاں، سانس تو لے رہی ہے پر بے ہوش ہے۔'' وہ اس کا چہرہ تھپک رہا تھا۔

''اس کے چہرے پہ پانی ڈالتے ہیں۔'' میری نے دریا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ رابرٹ نے بچی کو اٹھایا اور دو قدم چل کر دریا تک

آیا۔ وہاں گاڑی کا نام ونشان نہیں تھا، یوں جیسے واقعی میں دریا نے گاڑی اپنے اندر نگل لی ہو۔ میری نے پانی سے ہاتھ بھگویا اور بچی کے چہرے پہ چھڑکاؤ کیا۔ پہلی اور دوسری بار کوئی اثر نہ ہوا۔ تیسری بار میری نے پانی سے چلو بھرا اور بچی کا چہرہ دھو ڈالا۔ بچی نے بند آنکھیں میچیں۔ وہ محسوس کرسکتی تھی۔ میری نے دوبارہ سے پانی ڈالا۔ اس بار اس نے پورا منہ ہلایا اور آہستہ آہستہ بند آنکھیں کھولیں۔ دن کی تیز روشنی پڑتے ہی اس نے آنکھیں دوبارہ بند کرلیں۔ میری نے اس کا گیلا گال تھپکا۔ سنہرے بالوں والی بچی نے دوبارہ آنکھیں کھولیں۔ اس بار روشنی پڑنے سے اس نے آنکھیں بند نہیں کی تھیں بلکہ وہ خالی نگاہوں اور ناسمجھی سے سامنے رابرٹ اور میری کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں شہد رنگ تھیں۔

''اٹھو......'' میری نے کندھے سے پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا مگر اس نے فوراً ہاتھ جھٹکا۔

''دیکھو، ڈرو نہیں۔ ہم تمہاری ہیلپ کر رہے ہیں۔'' میری نے دوستانہ انداز اپنایا۔ اس کے ساتھ بیٹھا رابرٹ اور دریا کے اس پار بیٹھی انجلین انہیں دیکھ رہے تھے۔

''تم کون ہو؟'' بچی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ہاتھوں کے سہارے وہ خود ہی اٹھ بیٹھی۔ اس کے ہاتھ پہ چوٹ لگی تھی۔ اٹھتے ہوئے تکلیف تو ہوئی تھی۔

''میرا نام میری ہے۔ تم ہمیں یہاں بے ہوش ملی تو ہم (رابرٹ کی طرف اشارہ کیا) تمہیں بچانے آئے ہیں۔ چلو ہمارے ساتھ......تمہیں چوٹیں آئی ہیں۔ میں تمہاری پٹی کردوں گی۔'' میری نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ بچی اسے ابھی تک حیرت اور ناواقف نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''دیکھو، میں وہاں اوپر (پہاڑی پہ بنے اورفن ایج کی طرف اشارہ کیا) رہتی ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔ شہد رنگ آنکھوں والی بچی کے چہرے پہ واضح ڈر تھا۔ اس نے متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا۔

''میرے مام ڈیڈ کہاں ہیں؟'' وہ کھڑی ہوئی۔

''ہم......نہیں جانتے۔'' میری نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ ''ہم مل کر انہیں ڈھونڈتے ہیں۔''

''وہ مجھے ایسے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔'' وہ رونے لگی اور دوسری سمت چلنےلگی۔ میری اور رابرٹ فوراً اس کے پیچھے چل پڑے۔

''وہ یہیں ہوں گے۔ ہم انہیں ڈھونڈتے ہیں۔'' وہ اس کے پاس آئی۔ بچی روتے ہوئے ہر جگہ دیکھ رہی تھی۔ درخت دیکھ کر اسے اور خوف آرہا تھا۔

''کیسے؟'' اس نے رندھے لہجے میں پوچھا۔ میری کے پاس اب جواب نہیں تھا۔

''دیکھو......ابھی تمہاری چوٹ صاف کرتے ہیں پھر اس کے بعد ہم ڈھونڈیں گے۔'' اس نے بہانہ گھڑا۔

''میرے مام ڈیڈ میری چوٹ سے زیادہ اہم ہیں، میری۔'' وہ غصے سے بولی۔ میری نے اس کا انداز دیکھا۔ وہ بہت پراعتماد بچی تھی۔

''اوکے......'' میری نے ہتھیار ڈال دیے۔ بچی آگے چلنے لگی۔

''مام......ڈیڈ......آپ کہاں ہیں؟'' وہ اونچی اونچی آوازیں دے رہی تھی۔

''آپ کو اس سے سچ بولنا چاہیئے تھا میری۔'' رابرٹ نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ وہ بچی ان سے ذرا ہی آگے تھی۔

''میں اس کو کیسے بتاتی کہ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں؟''

''کیا؟'' بچی نے میری کی بات سن لی تھی۔ میری کو اچانک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے بھی یہ بات آہستہ سے ہی کہنی چاہیئے تھی۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' اس نے بے یقینی کے عالم میں میری کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

''میں......'' میری کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ رابرٹ نے اس کی بات کاٹی۔

''دیکھو......'' رابرٹ اس کے سامنے بیٹھ گیا اور آہستہ سے بچی کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ بچی نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ رابرٹ کو بھی بے یقینی کے عالم میں ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی سماعت پہ جیسے یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ''تم سمجھدار لگتی ہو۔ ہم نے یہاں (پیچھے کی طرف اشارہ کیا) ایک کار دیکھی تھی۔ ہم انہیں بچانے ہی آئے تھے یہاں مگر افسوس، کہ وہ پہلے ہی مر چکے تھے۔ تم زندہ تھیں۔ ہم نے تمہیں باہر نکالا اور راستے میں گاڑی پھسل گئی۔ اور......گاڑی دریا میں گر گئی۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر ہم انہیں باہر نکالنے جاتے بھی تو کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ وہ اب سانس ہی نہیں لے رہے تھے۔'' اس کے انداز میں افسوس تھا۔ بچی اس افسوس کو محسوس کر رہی تھی۔ ''مگر، ہمیں خوشی ہوئی کہ تم زندہ ہو اور بچ گئی ہو۔ ہمیں ان دونوں کا واقعی بہت افسوس ہے۔ ہم گھر میں بچوں کو اکیلا چھوڑ کر انہیں بچانے آئے تھے۔'' رابرٹ نے اسے سب بتا ہی دیا تھا۔ وہ بچی کو کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی وہ اگر انہیں تلاش ہی کرتی رہتی تو ان کا مزید وقت ہی ضائع ہونا تھا۔ اس طرح بھی تو اسے سب کچھ پتا چلنا ہی تھا تو اب کیوں نہیں؟ وہ بھی دوسری جگہ سے آیا تھا پھر وہ دونوں بھی تو بچوں کو اکیلا چھوڑ کر آئی تھیں۔ اگر پیچھے سے لیڈی مہر آ جاتیں تو بھی ان کو سزا ملتی۔ رابرٹ نے ہر طرح سوچا تھا۔

رابرٹ کی بات سن کر بچی کے چہرے پہ کئی رنگ آئے اور کئی گئے۔ وہ بے یقینی سے رابرٹ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں ایک دم خالی ہو گئی تھیں۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ اسے لگا رابرٹ اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کیسے کہہ سکتا ہے؟ پر جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں تھی۔ اس نے رابرٹ کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ باہر نکالے اور سر نفی میں ہلانا شروع کر دیا۔

''ایسا نہیں ہو سکتا؟ ہم کل ساتھ ہی تھے۔ وہ اچانک کیسے......'' وہ نیچے بیٹھتی گئی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ابل ابل کر باہر آ رہے تھے۔ میری نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا اور ساتھ ہی رابرٹ کو ایک گھوری سے نوازا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟

''آج نہیں تو کل اسے بتانا ہی تھا۔'' اس نے کندھے اچکا دیے۔

بچی روتی جا رہی تھی۔ میری اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی۔ سنہرے بالوں والی بچی نے اپنی شہد رنگ آنکھوں، جن میں بے پناہ تکلیف تھی، سے اسے دیکھا۔ آنسو اس کے سفید چہرے کو بھگو رہے تھے۔ میری نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھاما۔

''مجھے افسوس ہے مگر اب ہم کچھ نہیں کر سکتے لٹل گرل......'' وہ اداسی سے مسکرائی۔ بچی نے چہرہ پھر سے جھکا لیا اور رونے

لگی۔ میری نے اس بار اسے کندھے سے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ اسے جیسے رونے کے لیے کسی کندھے کی ہی تلاش تھی۔ وہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ میری اسے کمر پہ تھپک رہی تھی۔

وہ کتنی ہی دیر روتی رہی۔ سورج نے اپنا آدھا سفر مکمل کر لیا تھا۔ تیز ہوا سے ان کے کپڑے اور بال جھول رہے تھے۔

''او کے، اب چلو ہمارے ساتھ۔ تمہاری پٹی بھی کرنی ہے۔'' میری نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ بچی نے آنسو صاف کیے اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ تینوں واپس جانے لگے۔ انجلین اداسی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اسے بچوں کی فکر بھی تھی۔

''رابرٹ تم اسے اٹھا کر یہ پُل کراس کر لو گے؟'' پل تک آ کر اس نے رابرٹ سے پوچھا۔ رابرٹ نے ایک نظر اس بچی کو دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ رابرٹ آگے بڑھا اور اسے اپنی کمر پہ اٹھا لیا۔ بچی نے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا۔ رابرٹ نوجوان تھا، وہ آرام سے اسے اٹھا کر پل پار کر سکتا تھا۔ وہ پُل پہ چڑھ گئے۔ رابرٹ نے بچی کو اسے مضبوطی سے پکڑنے کا کہا۔ بچی نے اس کی شرٹ مضبوطی سے اپنی مٹھی میں قید کر لی تھی۔ میری آگے تھی۔ وہ دونوں پیچھے۔ پہلے کی ہی طرح وہ رسی کو مضبوطی سے تھام کر آگے بڑھ رہے تھے۔ دریا کا بہاؤ دیکھ کر بچی نے آنکھیں میچ لیں۔ اسے خوف آ رہا تھا۔ پھر سارے راستے اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ بہت احتیاط سے انہوں نے پل پار کیا۔ رابرٹ نے بچی کو نیچے اتارا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ وہ دریا عبور کر آئے تھے۔ بچی کو خوشگوار حیرت ہوئی پر اس نے کچھ نہ کہا۔ پھر وہ انجلین کی طرف چلنے لگے۔ ایک طرف دریا تھا اور دوسری طرف جنگل...... گو کہ اس طرف والا جنگل اتنا گہرا نہیں تھا پر رات کے اندھیرے میں ادھر دیکھنے سے بھی خوف آتا تھا۔ اس طرف کھائیاں زیادہ تھیں۔ اخبارات میں اکثر اس طرف کھائیوں میں گرنے سے لوگوں کی اموات کی خبریں چھپتی رہتی تھیں۔

میری اس طرف دیکھنے سے بھی دانستہ احتیاط برت رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ بہت ضبط سے چل رہی ہے۔ وہ جلد از جلد اس جگہ سے دور جانا چاہتی تھی۔ وہ اپنی سیدھ میں ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے دور سے ہی انجلین نظر آ رہی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی۔ رابرٹ کو اس کے ساتھ چلنے میں قدرے دشواری ہو رہی تھی۔ میری ان دونوں سے آگے ہی تھی۔

''وہ کون ہے؟'' بچی کو جب انجلین نظر آئی تو اس نے پوچھا۔ انجلین بھی انہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''وہ میری دوست ہے۔ میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔'' اس کے سوال کا جواب میری نے دیا۔ بچی اس کے برابر آ گئی تھی۔ بچی بار بار دریا کے اس پار، اس جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں اسے وہ دونوں ملے تھے۔ وہ اس جگہ کو کبھی بھلا نہیں پائے گی۔

کافی زیادہ چل کر وہ انجلین کے پاس پہنچ ہی گئے۔ انجلین بھی آگے آئی۔

''تم سب ٹھیک ہو ناں؟'' انجلین نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں......ہم ٹھیک ہیں۔'' میری نے سر اوپر نیچے ہلایا۔ انجلین نے مسکراتے ہوئے اس بچی کو دیکھا۔ اس بچی کی دنیا اجڑنے کا سارا منظر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی چکی تھی۔ بچی کی آنکھیں انجلین کو بہت خوبصورت لگی تھیں۔ انجلین کو یوں لگا جیسے اس نے یہ آنکھیں پہلے بھی دیکھ رکھی ہیں۔ مگر کہاں......؟

''چلواب اوپر...... بچے اکیلے ہیں۔''

وہ سب چڑھائی چڑھنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆

''لیڈی مہرا اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔وہ کچن میں ہیں نہ ہی کسی اور کمرے میں......'' نینسی نے پلنگ پہ آرام سے لیٹی، ایزابیل کو بتایا۔وہ سب ایک ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ایزابیل کو لگا کہ وہ ناکام ہی لوٹے ہیں مگر اس کی بات سن کر اسے حیرت کا جھٹکا ضرور لگا تھا۔وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''کیا؟ واقعی میں؟ مگر وہ ہیں کہاں؟ اوہ گاڈ......ہم اکیلے ہیں یہاں؟''اس نے پوچھا۔ایزابیل کی حیرانی ان سب پہ واضح تھی۔

''آئی ڈونٹ نو......'' نینسی نے کندھے اچکائے۔

''اس ٹائم تو وہ اوپر والے کمرے میں بھی نہیں جاتیں۔''ایلس نے کہا۔

''میں نے انہیں آوازیں بھی دیں مگر کوئی جواب نہیں آیا۔'' جارج بولا۔

''پھر، کہاں جاسکتی ہیں وہ؟''ایزابیل حیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''شاید وہ......ڈاکٹر کے پاس گئی ہوں گی۔وہ ہر مہینے وہاں جاتی ہیں ناں۔شاید آج بھی وہاں ہی گئی ہوں گی۔'' نیلی آنکھوں والا وِل آہستہ سے بولا۔وہ اس وقت ان سب سے زیادہ پریشان نظر آرہا تھا۔وہ خوف زدہ تھا۔اس کی بات سن کے سب نے اس کی طرف دیکھا۔

''وِل ٹھیک کہہ رہا ہے۔''ایلس نے تائید کی۔

وہ سب ایزابیل کے پاس ہی کھڑے تھے۔دن کی روشنی کھڑکی سے اندر آرہی تھی۔

''ہاں......چلو پھر ہم دریا تک جاتے ہیں۔کافی دیر سے وہ لوگ نہیں آئے۔'' نینسی نے کہا تو سب مان گئے۔

☆☆☆☆☆☆

بگھی کچی سڑک پہ رواں تھی۔گھوڑوں کے تیز بھاگنے سے مٹی اڑ رہی تھی۔وہ بگھی کے اندر اداسی سے بیٹھی تھیں۔کسی خیال کے تحت اپنے بیگ میں سے ایک کتاب نکالی اور پڑھنے لگیں۔وہ ہر سفر میں اس کتاب کو اپنے ساتھ رکھتی تھیں۔وہ اسے روزانہ ہی پڑھتی تھیں۔شاید اس کتاب کے الفاظ انہیں سکون دیتے تھے۔

ہلکے سبز رنگ کا فراک پہنے، ہم رنگ کپڑا چہرے کے گرد لپیٹے، وہ کتاب پڑھ رہی تھیں۔گھوڑوں کے ٹاپوں کی زمین سے ٹکرانے کی آوازیں آرہی تھیں۔کتاب ہاتھ میں تھامے وہ اسے پوری توجہ سے پڑھ رہی تھیں۔جیسے جیسے وہ ایک سطر پڑھتیں، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔

وہ پڑھتی رہیں......

آنسو گرتے رہے......

وہ صفحات پلٹتی گئیں......

آنسوؤں کی رفتار میں تیزی آتی گئی......

انہوں نے پڑھنا نہ چھوڑا......

آنسو نہ رکے......

اپنی کہانی پڑھنا آسان نہیں تھا......

آنسو روکنا بھی آسان نہیں تھا......

اکثر کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن کے کرداروں میں ہمیں اپنا آپ نظر آتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری ہی کہانی ہے۔ اسی لیے ہم اس کہانی کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ جب جب اس کہانی کی باتیں ہمارے سامنے سے گزرتی ہیں، ہمیں رونا آتا ہے۔ کبھی خوشی بھی ہوتی ہے۔

اچانک گھوڑے رکے تو انہوں نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔

''کیا ہوا؟'' آواز بحال کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔ بگھی بان کی طرف خاموشی چھائی رہی۔ انہوں نے کتاب بند کی اور اسے واپس اپنے بیگ میں رکھا۔ ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے۔ وہ اب ٹھیک لگ رہی تھیں۔

بگھی کا دروازہ کھولا۔ سامنے درخت تھے۔ دن ختم ہونے والا تھا۔ ڈوبتا سورج بادلوں کی اوٹ سے جھانک رہا تھا۔ ذرا جھک کر وہ بگھی سے باہر آئیں اور بگھی بان کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ گھوڑوں کی لگام چھوڑ کر نیچے اتر چکا تھا۔

''میں اس آدمی کی مدد کرنے رک گیا تھا۔ اسے چوٹ لگی ہے۔'' اس نے بتایا۔ انہوں نے نظریں گھما کر زمین پہ بیٹھے اس شخص کی طرف دیکھا۔ ان کی طرف آدمی کی پشت تھی۔ وہ شاید اپنی ٹانگ پہ کپڑا باندھ رہا تھا جو بگھی بان نے ہی اسے دیا تھا۔ اس کا گھوڑا پاس ہی کھڑا تھا۔

''خون رک گیا؟'' بگھی بان نے اسے مخاطب کیا۔ ٹانگ پہ کپڑا باندھتے اس آدمی نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور نگاہ فوراً ساتھ کھڑی لیڈی پہ جا رکی۔ وہ کپڑے کو جلدی سے گرہ لگا کر سیدھا کھڑا ہوا اور تادیبی انداز میں سر کو ہلکا سا خم دیا۔

''لیڈی مہر......'' انتہائی ادب سے وہ بوڑھا آدھی بولا۔ لیڈی مہر نے بھی سر کو ہلکا سا خم دیا۔

''بروس......آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت تو آپ یہاں نہیں آتے۔'' لیڈی مہر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''جی لیڈی مہر۔ دراصل صبح رابرٹ یہاں کام سے یہاں تھا اور اب شام ہونے والی ہے۔ وہ ابھی تک گھر واپس نہیں آیا۔ میں اسی لیے یہاں ہوں۔ میں اور صوفیہ پریشان ہو رہے تھے۔'' بروس ہمیشہ لیڈی مہر سے بہت ادب سے بات کرتے تھے۔ وہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کے درمیان ایک گہرا تعلق تھا۔ ادب کا گہرا تعلق......

''میں کسی کام سے شہر گئی تھی۔ مجھے نہیں پتا۔''لیڈی مہر بھی ذرا پریشان ہوگئی تھیں۔'' آپ کو یہ چوٹ کیسے لگی؟''ایک دم چوٹ پہ نظر پڑی تو پوچھ لیا۔

'' کانٹے دار جھاڑیاں بہت ہیں یہاں۔دھیان نہیں تھا تو لگ گیا۔''وہ استہزائیہ ہنسی ہنسے۔لیڈی مہر نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔وہ بھی انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔دونوں کی نظریں ملیں اور......دونوں ہی کسی اور زمانے میں واپس چلے گئے تھے۔منظر سے آسمان، درخت، بگھی سب غائب ہوگئے۔آنکھوں کے سامنے بس وہ کمرہ تھا جس کے بیڈ پہ نوجوان بروس بیٹھا، کھانا کھا رہا تھا۔تیس سال قبل......

'' کھانا بہت اچھا ہے مہر۔'' بروس نے کہا۔

''شکریہ......''نوجوان اور خوبصورت مہر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں......مہر بہت اچھا کھانا بناتی ہے۔'' گریسن نے اپنی بیوی کی تعریف کی۔مہر کو بہت اچھا لگا تھا۔وہ ہنس دی۔

''کوئی شک نہیں ہے اس میں۔''بروس نے سر اثبات میں ہلا کر تائید کی۔

''اچھا بس کریں میری تعریفیں کرنا۔مجھے پتا ہے میں بہت اچھی ہوں۔جب ایک بات کنفرم ہے تو بار بار بولنا ضروری ہے؟''وہ ایک ادا سے بولی۔دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''خوش رہا کریں لیکن خوش فہمی میں نہیں۔'' گریسن نے مہر سے کہا۔اس کا انداز سنجیدہ تھا۔مہر کی ہنسی تھمی اور اس کی جگہ خفگی نے لے لی تھی۔

''گریسن......''اس نے بھنویں سکوڑ کر کہا تو وہ دونوں ہنس دیے۔وہ خفا نظر آتی تھی۔

''میں جا رہی ہوں۔''وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

کمرے میں دو لالٹین جل رہے تھے۔کھڑکی بند تھی۔کمرے میں خنکی زیادہ تھی۔وہ سب گرم کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

''اچھا اچھا۔میں بس مذاق کر رہا تھا۔'' گریسن نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔مہر ہنستے ہوئے واپس جگہ پہ بیٹھ گئی۔

''میں بھی......''مسکراتے ہوئے اس نے شانے اچکائے۔بروس ہنس دیا۔وہ دونوں بھی ہنس دیے۔

''تم دونوں بہت خوش ہو اور ساتھ میں بہت اچھے لگتے ہو۔'' بروس نے کہا۔

''ہاں ہم بہت خوش ہیں۔'' گریسن نے محبت بھری نظروں سے مہر کو دیکھتے ہوئے کہا۔''اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔یہ سب کیسے ہوا تمہارے ساتھ؟'' گریسن نے پوچھا۔

''میری مام، ڈیڈ اور میں دوسرے شہر میں رہتے تھے۔میں سترہ سال کا تھا جب وہ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔میرے اور کوئی رشتے دار نہیں تھے۔اس بات کو چار سال گزر چکے ہیں۔میں اکیلا ہی فورکس آ گیا۔یہاں کام ڈھونڈا۔میں ایک ہوٹل میں ملازمت کرتا ہوں۔وہاں کے مالک نے مجھے جنگل سے کچھ پھل وغیرہ لانے کا کہا تھا۔میں پھل ہی توڑ رہا تھا کہ میرا پاؤں پھسلا اور میں نیچے گر

گیا۔ بائے چانس ہی گریسن وہاں سے گزرا اور مجھے یہاں لے آیا۔ میرا خیال رکھنے کے لیے تم دونوں کا بہت شکریہ......'' بروس نے ان دونوں کو خوشی سے دیکھا۔ مہر اور گریسن بھی مسکرا دیے۔

''میں تو سوچ رہا ہوں کہ ہوٹل کا مالک مجھے بد دعائیں دے رہا ہوگا'' وہ ہنسا تو وہ دونوں بھی ہنس دیے۔ ''میں ٹھیک ہو جاؤں، پھر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ دراصل اب میرا دل کرتا ہے کہ میں واپس اپنے شہر چلا جاؤں۔''

''کیوں؟'' گریسن فوراً بولا۔

بروس نے گہرا سانس لیا۔ ''میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ اب مجھے وہ شہر...... وہ جگہ بہت یاد آتی ہے۔'' اس کے انداز میں ایک دم اداسی گھل گئی تھی۔ ''کافی سال ہو گئے مجھے یہاں پر کبھی بھی یہاں اپنائیت کا احساس نہیں ہوا۔ بس بیگانہ بیگانہ سا لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے میں کسی الگ ہی دنیا میں رہ رہا ہوں۔''

''دوسرے شہر جا کر رہنا آسان نہیں ہوتا۔ میرا بڑا بھائی بھی دوسرے شہر ہی رہتا ہے۔ وہ اکثر خط میں اسی طرح کی باتیں لکھتا ہے۔ خیر...... میں تمہیں روکنا چاہتا ہوں پر تمہاری خواہش کا بھی احترام کرتا ہوں۔ تم وہاں جا کر ہمیں خط ضرور لکھنا۔ اور جب بھی تم یہاں آؤ تو ہم سے ملے بغیر نہ جانا۔ تم مجھے اپنا بھائی...... دوست...... ہی سمجھو۔'' گریسن کے انداز میں کتنی اپنائیت تھی۔ بروس کو پہلی بار ایسا لگا کہ اس بیگانے شہر میں جیسے اس کا کوئی قریبی رشتہ بن گیا ہے۔

گریسن کی بات پہ اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ضرور......''

''تمہارا زخم کیسا ہے اب؟'' مہر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ایک دو دن میں بھر جائے گا۔'' بروس نے جواب دیا۔

''ویری گڈ......'' وہ بولی۔ ''اوکے اب تم آرام کرو۔ ہم چلتے ہیں۔ گڈ نائٹ......'' وہ اور گریسن اٹھ کھڑے ہوئے۔ بروس نے بھی جواباً گڈ نائٹ کہا اور نیم دراز ہو گیا۔ مہر نے اس کے سامنے سے ٹرے اٹھائی اور گریسن کے ساتھ ہی کمرے سے نکلی تھی۔ کمرے میں بروس پھر سے اکیلا رہ گیا تھا۔

کچی سڑک پہ گھوڑا ہنہنایا تو وہ دونوں ماضی سے حال میں واپس آئے۔

''زخم کیسا ہے اب؟'' وہی سوال آج بھی کیا۔

''ایک دو دن میں بھر جائے گا'' وہی جواب آیا۔

''ویری گڈ۔ میں چلتی ہوں۔ آپ یہیں رکیں، میں اسی بگھی میں رابرٹ کو بھیج دوں گی۔'' لیڈی مہر نے کہا۔ بگھی بان خاموش ہی کھڑا رہا۔

''نہیں...... میں بھی ساتھ ہی چلتا ہوں۔ اگر وہ وہاں نہ ہوا تو؟ میرا زخم اتنا بھی خراب نہیں ہے۔ میں وہاں جا کر تسلی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے بیٹے کو ڈھونڈنا ہے۔'' بروس پریشان ہو گئے۔

''بیٹا......''

کوئی لیڈی مہر کے اندر بولا۔اس کی آواز بہت اونچی تھی۔لیڈی مہر کو لگا کہ کوئی ان کے اندر چیخ چیخ کر یہ لفظ دہرا رہا ہے۔بیٹا......بیٹا......

لیڈی مہر نے خود پہ قابو پایا اور فوراً بگھی میں بیٹھ گئیں مبادا بروس ان کے چہرے پہ آئی تکلیف دیکھ لیں۔بگھی بان بھی اپنی جگہ پہ واپس بیٹھا۔بگھی آگے بڑھنے لگی۔بگھی میں بیٹھی ،بوڑھی لیڈی مہر اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کو یاد کرنے لگیں۔وہ دن......جب وہ انہیں چھوڑ کر گیا تھا......وہ دن کتنا کرب ناک تھا......وہ دن کبھی نہیں بھولے گا......وہ دن......اور اس سے بھی پہلے کے دن......فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ زیادہ کرب کس میں ہے؟

بروس،گھوڑے پہ سوار بگھی کے پیچھے ہی تھا۔

☆☆☆☆☆☆

''فائینلی......ہم اوپر پہنچ گئے۔'' پھولے تنفس کے ساتھ انجلین بولی۔میری،رابرٹ اور اس بچی کو اس کے انداز پہ ہنسی آ گئی۔وہ موٹی تھی اور وہ تینوں دبلے پتلے......

''کیا؟''انجلین کو ان کی ہنسی چبھی تھی۔

''کچھ نہیں......کچھ نہیں......''میری نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔انجلین اس کی بات کا مطلب تو سمجھ ہی چکی تھی۔

''چلو جلدی کرو۔سورج غروب ہونے والا ہے۔'' رابرٹ نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔وہ آگے بڑھنے لگے۔

سنہرے بالوں والی بچی بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتی رہی۔دریا تو اب نظر نہیں آ رہا تھا مگر پانی بہنے کا شور صاف سنائی دیتا تھا۔اس نے اداسی سے گردن واپس موڑی۔سامنے اسے ایک پرانی عمارت نظر آ رہی تھی۔

وہ اورفن ایج کے قریب ہی تھے۔اس کے پچھلے حصے میں......

☆☆☆☆☆☆

''کیا تم سب تیار ہو؟''ایزابیل اونچی آواز میں بولی۔وہ سب کے سامنے کھڑی تھی،جیسے وہ ان سب کی لیڈر تھی۔اس وقت وہ سب ہال میں کھڑے تھے۔اورفن ایج کا داخلی دروازہ ایزابیل کے پیچھے تھا۔

''مشن،سیو سسٹر میری اینڈ سسٹر انجلین......''اس نے دوبارہ کہا۔میری اور انجلین کو بچانے کا ارادہ کر کے وہ جانے لگے تھے۔

''یَس......''ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر،ہم آواز انہوں نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔

''او کے،فالو می......''ایزابیل دروازے کی طرف مڑی اور ہاتھ کے اشارے سے انہیں اپنے پیچھے آنے کا کہا۔

وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ایک پریڈ کی طرح......

وہ داخلی دروازے تک آ گئے۔سورج غروب ہونے میں کم وقت باقی تھا۔روشنی ابھی باقی تھی۔

''اوکے گائیز......ہم جارہے ہیں۔'' سب سے آگے کھڑی ایزابیل نے کہا اور قدم اٹھایا......اورفن ایج سے باہر......

☆☆☆☆☆☆

''ہم پہنچنے والے ہیں۔'' بگھی بان نے ذراسی گردن موڑ کر اونچی آواز میں کہا۔اس کی آواز سوراخوں سے گزر کر لیڈی مہر کے کانوں سے ٹکرائی۔لیڈی مہر نے فوراً آنسو صاف کیے۔چہرے پہ ازلی سنجیدگی واپس آ گئی۔وہ دنیا کو نہیں بتانا چاہتی تھیں کہ وہ روتی ہیں۔وہ دنیا کے سامنے مضبوط ہی تھیں۔مگر......اس روز میری بین سن نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیے تھے۔

لیڈی مہر نے پیروں تک آتے فراک کو درست کیا۔بیگ پکڑ کر گود میں رکھا۔زندگی کی ساری تلخ حقیقتیں چھپائے،وہ سنجیدہ سی لیڈی مہر باہر کی دنیا کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

وہ اورفن ایج کے داخلی دروازے تک پہنچ ہی گئے تھے۔بس ایک موڑ باقی تھا......

''یہ رہا اورفن ایج......'' میری نے کہا۔

''کیا یہاں اور بچے بھی رہتے ہیں؟'' اس بچی نے پوچھا۔

''ہاں...... پانچ بچے رہتے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

تبھی اچانک انہیں قدموں کی آواز آئی۔میری سمجھ گئی تھی کہ یہ بچے ہیں۔وہ اورفن ایج کی دیوار کے ساتھ بنے فٹ پاتھ پہ چل رہے تھے۔

بچے موڑ کے اس پار تھے۔

دوسری طرف بگھی بان نے لگام کھینچی تو گھوڑے رک گئے۔لیڈی مہر فوراً باہر آئیں۔غیر ارادی نظر سامنے پڑی اور وہ منظر دیکھ کر انہیں شدید غصہ آ گیا۔

''نینسی......'' وہ غصے سے بولیں۔ان کی آواز کافی بلند اور گرج دار تھی۔ان کی آواز کانوں پہ پڑتے ہی بچوں کے قدم رک گئے۔سب نے مڑ انہیں دیکھا۔

دیوار کی دوسری طرف سے چار نفوس سامنے آئے۔ان کے کانوں میں بھی لیڈی مہر کی گرجتی آواز پڑی تھی۔ان سب کے قدم بھی وہیں رک گئے۔

سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

سب ہکا بکا تھے۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' لیڈی مہر تلملاتی ہوئی آگے آئیں اور ایک غصیلی نظر میری اور انجلین پہ ڈالی۔دِل کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔سب بچے کسی خوف کے زیرِ اثر تھے۔ان کا سارا اعتماد زائل ہو چکا تھا۔

انجلین آگے آئی۔ ''لیڈی مہر میں آپ کو......''

''کیا میرے پیچھے یہ سب ہوتا ہے؟'' وہ شدید غصے میں تھیں۔آنکھوں میں غصہ تھا۔

''میں آپ کو بتاتی ہوں لیڈی مہر......'' میری نے کچھ کہنا چاہا مگر لیڈی مہر نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا تو وہ چپ کر گئی۔اچانک لیڈی مہر کی نگاہ میری کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی بچی پہ پڑی۔

''یہ بچی کون ہے؟''

''یہ...... یہ ہمیں دریا کی دوسری طرف ملی ہے۔ہم اسے بچانے ہی گئے تھے۔'' ہمت کر کے انجلین نے کہا۔

''لیڈی مہر پلیز، ہم اندر جا کر بات کرتے ہیں۔'' بروس نے صلاح جو انداز میں کہا تھا۔

''تم اپنا بیٹا لو اور یہاں سے جاؤ۔تمہارا کام ختم ہوا۔'' بغیر ان کی طرف دیکھے لیڈی مہر نے کہا۔انہوں نے کبھی بروس سے اس انداز میں بات نہیں کی تھی۔ بروس ان کا غصہ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

''آپ میرے بابا سے آرام سے بات کریں۔'' رابرٹ کو لیڈی مہر کا بروس سے ایسے بات کرنا بہت برا لگا تھا۔ وہ لیڈی مہر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے قدرے غصے سے بولا۔

''رابرٹ......'' بروس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔ ''چلو یہاں سے......'' اسے کھینچ کر آگے لے گئے۔ وہ غصے میں تھا پر باپ کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔رابرٹ گھوڑے پہ سوار ہوا اور چلا گیا۔اس نے بروس کو بگھی میں آنے کا کہا تھا۔ بروس نے بگھی بان کو چلنے کا کہا، ساتھ ہی اسے پوری اجرت دینے کا کہا۔بگھی بان کو بس اپنی رقم چاہئے تھی۔ وہ بروس کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔

اب وہاں صرف اورفن ایج کے مکین تھے یا وہ سنہرے بالوں والی بچی......

''اندر چلو۔'' ایک غصیلی نگاہ ان سب پہ ڈالی اور اندر چلی گئیں۔ وہ سب بھی ان کے پیچھے چلے گئے۔اندر نہ جانے کون سی قیامت ان سب کی منتظر تھی؟

''بچے اپنے کمرے میں جائیں اور تم تینوں میرے کمرے میں آؤ۔'' بلند آواز میں حکم صادر کرتیں وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

انجلین نے بچوں کو کمرے میں بھیجا۔ وہ ڈرے ہوئے تھے۔انہیں سزا سے ڈر لگ رہا تھا۔میری اور انجلین نے ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھا۔ دونوں ہی خاموش تھیں۔اس وقت صورتحال ہی اتنی عجیب تھی کہ وہ لاجواب...... بلکہ لاالفاظ تھیں۔سنہرے بالوں والی بچی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔سب کے برعکس وہ پرسکون نظر آتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں لیڈی مہر کے کمرے میں تھیں۔ وہ اورفن ایج کا کمرہ کم اور عدالت کا کمرہ زیادہ لگ رہا تھا۔میری اور انجلین اس وقت مجرمہ تھیں۔لیڈی مہر ان کو سزا سنانے کے لیے جج کی کرسی پہ براجمان تھیں۔

''کیا ہوا تھا؟'' لیڈی مہر نے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ دونوں خاموش رہیں۔کمرے میں ڈھلتے دن کی ہلکی روشنی تھی۔

''میں نے پوچھا کیا ہوا تھا؟'' انہیں خاموش پا کر وہ دوبارہ بولیں۔ اب کی بار آواز قدرے بلند تھی۔

''انجلین نے آپ کو باہر بتایا تو تھا آنٹی کہ میں دریا کے پاس انہیں نظر آئی اور یہ لوگ مجھے بچانے آئے تھے۔'' بلا خوف و خطر بچی نے کہا۔ میری اور انجلین کو حیرت کے شدید جھٹکے لگے تھے۔

''یہ بچی کون ہے؟'' سخت نظروں سے اسے گھورتے ہوئے انہوں نے کہا۔

''میں دریا کے......'' وہ پھر کچھ بولنے لگی تو میری نے اس کا ہاتھ زور سے پکڑ کر اسے خاموش رہنے کا کہا۔

''لیڈی مہر......میں نے کل رات کھڑکی سے دریا کی دوسری طرف ایک روشنی دیکھی تھی۔ میں نے اس وقت دھیان نہیں دیا تھا۔ صبح اٹھ کر میں نے دیکھا تو وہاں ایک گاڑی تھی اور مجھے اس میں دو لوگ بھی نظر آئے۔ انجلین اس وقت میرے کمرے میں ہی تھی۔ میں نے انجلین کو دکھایا اور سوچا کہ ہم ان دو لوگوں کو بچاتے ہیں۔ کیا پتا وہ زندہ ہوں۔ ہم وہاں گئے۔ رابرٹ بھی ہمیں ڈھونڈتا ہوا وہاں آ گیا تھا۔ دریا کو پار کرنے کا پل یہاں سے بہت دور ہے۔ وہاں تک جانے میں ہی اتنا ٹائم لگ گیا۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا۔ میں اور رابرٹ گئے تھے۔ گاڑی میں بیٹھی عورت اور مرد (بچی کو دیکھا) وہ......مر چکے تھے۔ یہ بچی زندہ تھی۔ ہم اسے یہاں لے آئے۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں واپس آتے آتے شام ہو جائے گی۔'' میری نے ساری بات بتا دی۔

لیڈی مہر کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' سنجیدگی سے بچی کو مخاطب کیا۔

بچی نے انہیں دیکھا۔ ''روزلین......روزلین فرینڈس۔''

''ٹھیک ہے۔ تم باہر جاؤ۔'' لیڈی مہر کی بات سن کے روزلین نے ایک نظر میری کو دیکھا۔ میری نے اشارے سے اسے باہر جانے کا کہا تو وہ باہر چلی گئی۔

''تم دونوں......'' دروازہ بند ہونے کے بعد لیڈی مہر نے ان دونوں کو دیکھا۔ ''یہ سب کرنا اتنا بھی ضروری نہیں تھا۔ اگر بچوں کو پیچھے سے کچھ ہو جاتا تو؟ اور تم (میری کو دیکھا) کیا کسی بھی ایرے غیرے کو اٹھا کر ادھر لے آؤ گی؟'' وہ جیسے ان دونوں پہ برس ہی پڑی تھیں۔

''معاف کیجیے گا لیڈی مہر۔ میں ایک انسان ہوں اور انسان ہونے کے ناطے یہ میرا فرض ہے کہ میں مشکل میں پھنسے کسی دوسرے انسان کی مدد کروں، بغیر کسی بات کی پرواہ کیے۔ اور دوسری بات...... یہ ایک اورفن ایج ہے۔'' اس نے ہاتھ کھولے جیسے سارے کی طرف اشارہ کر رہی ہو۔ ''یہاں ایسے ہی ''ایرے غیرے'' بچوں کو رکھا جاتا ہے جن کا کوئی نہیں ہوتا۔ روزلین کا بھی اب اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میں اسے یہاں لے آئی ہوں۔ میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔'' وہ بہت پر اعتماد نظر آتی تھی۔ لیڈی مہر کا غصہ ایک دم ہوا ہو گیا۔ ماتھے کے بل سیدھے ہو گئے۔ انجلین حیرت سے میری کو دیکھ رہی تھی۔

''اگر آپ میری جگہ ہوتیں تو کیا کرتیں؟'' میری نے ایک تلخ سوال کیا تھا۔ لیڈی مہر اس کی جگہ تھیں......ایک زمانے

میں......لیڈی مہر کو سب یاد تھا۔

''میں......'' وہ رکیں، جیسے جواب تلاش کر رہی ہوں۔ ''میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔تم دونوں یہاں سے جا سکتی ہو۔'' وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولیں اور رخ موڑ لیا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے چہرے پہ آئے تاثرات کوئی بھی دیکھے۔

میری نے تلخی سے سر جھٹکا۔انجلین نے گہری سانس خارج کی۔ وہ دونوں جانے کے لئے مڑیں۔

''میں بس چاہتی ہوں کہ ان بچوں کو اکیلا نہ چھوڑا جائے۔ میں جانتی ہوں کوئی ان کو لینے نہیں آئے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ یہاں انہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو۔تم نے جو کیا وہ انسان ہونے کے ناطے بہت اچھا کام تھا لیکن...... جب تم جانتی تھی کہ اورفن ایج میں بچے اکیلے ہیں۔ میں کام سے باہر گئی ہوئی تھی تو تم دونوں میں سے کسی نہ کسی کو تو یہاں ہونا چاہئے تھا۔ میں بس اتنا چاہتی ہوں کہ ان بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں انہیں اکیلا بھی نہیں چھوڑنا چاہتی۔ ان کا ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔انہیں کوئی لینے نہیں آئے گا۔ وہ ساری زندگی یہیں رہیں گے۔ میں نے اخبار میں ایک ٹیچر کے لیے اسی وجہ سے اشتہار دیا تھا کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ یہ پڑھنا لکھنا سیکھیں۔ یہ آگے جا کر اپنے پیروں پہ کھڑے ہونا سیکھیں۔ باہر کی دنیا کا مقابلہ کر سکیں۔ میری نیت بری نہیں ہے۔ ہاں...... میں تھوڑی سخت ہوگئی ہوں۔ حالات انسان کو سخت بنا دیتے ہیں۔بعض دفعہ نرم بھی...... پر میرے حصے میں سختی ہی آئی۔'' وہ رکیں اور گہری سانس لی۔ ''انجلین...... مجھے رات کا کھانا کمرے میں ہی دے دینا۔'' ٹوٹے ہوئے انداز میں وہ ساری بات کہہ گئیں تھیں۔ میری اور انجلین دروازے کے پاس ہی کھڑی تھیں۔ دم سادھے وہ انہیں سن رہی تھیں۔ میری کو ایک بار پھر حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

کتنا درد تھا ان کے لہجے میں...... کتنی تکلیف تھی......آخر کیوں وہ اتنی سخت ہوگئی؟ کسی کو بھی ان کی تکلیف کا اندازہ نہ تھا۔ پچھتاوا انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ اب اس پچھتاوے کو ختم کرنے کے لیے لیڈی مہر کیا کریں گی؟ وہ دکھی تھیں......شدید دکھی...... یہ ان کا لہجہ بتا رہا تھا۔ میری نے اس سے قبل لیڈی مہر کو اتنے ٹوٹے ہوئے لہجے میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بہت بارعب......سنجیدہ...... پُرتمکنت سی شخصیت تھیں۔ انہیں کیا ہوگیا تھا؟ انہیں بچوں کا اتنا خیال تھا؟ وہ ان بچوں کی تلخ حقیقت بھی جانتی تھیں۔ میری کو یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی مگر اب......شاید اب وہ سمجھ چکی تھی۔

دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو لیڈی مہر اداس چہرہ لیے بیڈ پہ بیٹھ گئیں۔ سامنے بڑا سا آئینہ تھا۔انہوں نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ وہ چہرہ...... وہ بوڑھا چہرہ...... جھریوں سے بھرا چہرہ......اور اس چہرے پہ دو آنکھیں...... وہ بوڑھی آنکھیں...... وہ منتظر آنکھیں...... بالکل خالی تھیں......کسی بھی احساس سے خالی......

وہ ایک ٹک اپنے چہرے کو دیکھتی گئیں اور آنسو ایک بار پھر بہنے لگے۔

''مجھے نہیں پتا میں ٹھیک کر رہی ہوں یا نہیں؟ میرا طریقہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ پر...... میں چاہتی ہوں کہ یہ بچے بس خوش رہیں۔ انہیں کوئی نقصان نہ ہو۔ میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی۔ مجھے معلوم ہے انہیں یہاں سے کوئی لینے نہیں آئے گا۔ میرے جیتے جی تو نہیں......سب اس......اس اورفن ایج کو خونی اورفن ایج سمجھتے ہیں۔ سب کو لگتا ہے میرے اس اورفن ایج میں آنے کے بعد یہاں سب

کچھ بدل گیا ہے۔لوگوں نے یہاں آنا چھوڑ دیا ہے۔اخبارات میں اس اورفن اتیج کے بارے میں کیا کیا چھپتا ہے۔میں......میں کوئی قاتلہ نہیں ہوسکتی۔میں نے کسی کا قتل نہیں کیا۔میں اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔'' وہ خود کلامی کرتے ہوئے رونے لگی تھیں۔اس کمرے کو اب آہ وزاری سننے کی عادت ہو چکی تھی۔

کمرے میں اندھیرا بڑھنے لگا۔سورج مکمل طور پہ غروب ہو چکا تھا۔

وہ رو رہی تھیں۔

پاس رکھا لالٹین زرد روشنی سے خالی تھا۔

☆☆☆☆☆☆

لیڈی مہر کے کمرے سے باہر، بڑے سے ہال میں وہ تینوں کھڑی تھیں۔

اندھیرا بڑھ رہا تھا۔

''روزلین......تم میرے ساتھ آؤ۔'' انجلین نے کہا تو وہ اس کے ساتھ چل دی۔میری واضح اداس لگتی تھی۔وہ لیڈی مہر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔لیڈی مہر......لیڈی مہر کی آخر کیا کہانی تھی؟

ایک اداس اور متجسس نظر لیڈی مہر کے کمرے کی طرف اچھالی۔دروازہ بند تھا۔وہ وہاں جانا چاہتی تھی۔ان سے بات کرنا چاہتی تھی مگر وہ ایسا نہ کرسکی۔آہستہ سے سر جھٹک کر، سوچوں کا تسلسل توڑتی وہ اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔کمرے میں داخل ہونے سے پہلے روزلین نے میری کو اوپر جاتے دیکھا تھا۔

کمرہ نیم اندھیر تھا۔آسمان بھی ابھی مکمل طور پہ کالا نہیں ہوا تھا۔

میری نے لالٹین جلایا تو زرد روشنی نے پورے کمرے میں بسیرہ کرلیا۔وہ باتھ روم گئی اور وضو کیا۔وضو سے فارغ ہوکر اس نے اپنے سوٹ کیس میں سے مخملی جائے نماز نکالا اور بچھا دیا۔چہرے کے گرد اسکارف لپیٹنے کے بعد اس نے نماز کے لیے ہاتھ اٹھائے۔اسکارف میں اس کا چہرہ کافی خوبصورت لگ رہا تھا۔

''اللہ اکبر۔'' اس نے آہستہ سے کہا اور نماز شروع کردی۔قیام......رکوع......سجدہ......تشہد......اس نے مغرب کی نماز انتہائی سکون سے ادا کی۔اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے ہی انسان کو قلبی سکون ملتا ہے۔سلام پھیر کر اس نے ذرا اونچی آواز میں اللہ اکبر کہا اور پھر باقی اذکار کرنے لگی۔ساتھ ساتھ وہ مخملی جائے نماز پہ ہاتھ سہلا رہی تھی۔جائے نماز بہت نرم تھا۔جیسے روئی ہو......

اذکار کرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔وہ اللہ سے مدد مانگ رہی تھی۔وہ اپنی پچھلی زندگی کی جو غلطیاں تھیں، ان کی معافی مانگ رہی تھی۔وہ یہاں آنے سے قبل بہت مختلف تھی۔اس کی زندگی نے ایک نیا موڑ لیا تھا۔اس نے زندگی میں پہلی بار ایک بہت بڑا قدم اٹھایا تھا۔یہ سب اس نے اپنے لیے کیا تھا۔وہ اگر یہاں نہ آتی تو شاید وہ ابھی تک قید خانے میں ہوتی۔انسان کو بعض دفعہ اس کے کیے کی سزائیں دنیا میں ہی مل جاتی ہیں۔انسان کی غلطیاں اس کے سامنے آہی جاتی ہیں۔وہ چاہ کر بھی ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتا کیونکہ یہ

اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے کہ اس وقت انسان کیا کرتا ہے؟ انسان معافی بھی مانگتا ہے۔توبہ بھی کرتا ہے مگر کچھ چیزیں صرف اس کی آزمائش کے لیے ہوتی ہیں۔اس چیز کو سمجھنا چاہئے کہ انسان کی آزمائش لازمی ہے۔جیسے سونے کو خوبصورت حالت میں آنے کے لیے جلنا پڑتا ہے، ویسے ہی انسان کو آزمائشوں کی آگ میں جلنا پڑتا ہے تا کہ انسان کی خوبصورتی نکھر کے سامنے آئے۔اس خوبصورتی سے مراد اعمالِ حسنہ کی خوبصورتی ہے۔کردارِ حسنہ کی خوبصورتی ہے۔

''مجھے اس سب سے نکال دے اللہ......'' وہ رونے لگی۔آنسو اس کے گالوں کو بھگو گئے تھے۔اس سے مزید کچھ نہ بولا گیا۔اس نے اپنا چہرہ جائے نماز پہ ٹکا دیا۔وہ یوں ہی روتی رہی......وہ بہت روئی تھی......

یہ رونا اچھی بات ہے۔آنسو بہانا اچھی بات ہے۔آنسو نکلنا بھی اچھی بات ہے۔جس دل میں شرمندگی ہوتی ہے وہی آنسو بہاتا ہے۔اصل تو دل شرمندہ ہوتا ہے، آنکھ تو اس کی شرمندگی کم کرنے کے لیے ہی آنسو بہاتی ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا درد......تکلیف......شرمندگی......احساس ندامت......سب کو کم کر دیتا ہے اور ایک وقت آتا ہے جب یہ ختم بھی ہو جاتا ہے۔اسی لیے آنسو بہانا اچھا ہے۔آنسو بہنے دینے چاہئے۔انہیں روکنا نہیں چاہئے۔آنکھوں سے آنسو بہنا، اللہ کی رحمت ہے۔

اس کا اصل نام ماریہ تھا۔اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا تھا۔

یہ ماریہ کی آزمائش تھی کہ اس کی زندگی اچانک بدل گئی تھی۔

وہ رو رہی تھی۔اسے پرانے دن یاد آ رہے تھے۔پرانی باتیں......پرانے لوگ......پرانی یادیں......کچھ حسین یادیں......کچھ تلخ یادیں......

وہ ماضی کے دروازے کو پار کر کے ایک بار پھر پیچھے چلی گئی تھی۔دور......چودہ، پندرہ سال پہلے......جب اس کی زندگی کا ایک نیا باب کھلا تھا۔

''آپ کے ڈیڈ کو ہوش آ گیا ہے۔ان کا آپریشن کامیاب رہا۔'' ہسپتال کے برآمدے میں کھڑی وہ نولان کو بتا رہی تھی۔وہ اس کی بات سن کے خوش ہو گیا۔اسے جیسے سکون مل گیا ہو۔ماریہ اس کے انداز پہ خوش تھی۔وہ اس احساس سے واقف تھی۔

''شکر ہے خدا کا۔کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟'' وہ چہک کر بولا۔انداز میں بے چینی بھی تھی۔وہ جلد از جلد اپنے باپ سے ملنا چاہتا تھا۔

میری مسکرائی۔''جی ہاں......''

اس نے مسکراتے ہوئے سر کو ہلکا سا خم دیا اور اندر چلا گیا۔میری بھی اس کے پیچھے اندر چلی گئی تھی۔

''ڈیڈ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' وہ پلنگ کے ساتھ رکھے اسٹول پر بیٹھ گیا۔بوڑھے باپ کا جھریوں زدہ ہاتھ اس نے تھام رکھا تھا۔ان کا ہاتھ تھام کر اسے عجیب سا سکون مل رہا تھا۔باپ کے ہاتھ کو تھام کر واقعی سکون ملتا ہے۔

بوڑھا آدمی مسکرایا۔اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا جو عام طور پہ مریضوں کو پہنایا جاتا ہے۔''ہاں......میری نے میرا بہت خیال

رکھا۔ میں نے کل ساری رات اسے بہت تنگ کیا ہے۔'' وہ میری کو دیکھ کر بولے۔ میری ہلکا سا ہنس دی اور نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں انکل۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ بولی۔

نولان نے بھی اسے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھا۔'' آپ کا بہت شکریہ میری۔'' اس نے کہا۔

میری نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔''یہ تو میرا فرض تھا۔ شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''میری......'' بوڑھے آدمی نے اسے مخاطب کیا۔ وہ دونوں اب ان کی طرف متوجہ تھے۔''تم یہاں کتنی دیر ڈیوٹی کرتی ہو؟''

''صبح آٹھ بجے سے شام چھ بجے تک۔'' اس نے بتایا۔ وہ نولان کی عین مخالف سمت کھڑی تھی۔

''اور رہتی کہاں ہو؟'' ایک اور سوال کیا۔

''یہی پاس میں ایک کمرہ کرایے پہ لیا ہے۔ میں اور میری دوست وہاں ہی رہتے ہیں۔ کھانا ہم ہسپتال کے میس سے ہی کھاتے ہیں۔ اچھا گزارا ہو جاتا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''تو تمہارا اپنا گھر کہاں ہے؟'' میری کے لیے یہ سوال تھوڑا تکلیف دہ تھا۔

''انکل......'' اس نے گہری سانس خارج کی۔ چہرے پہ مسکراہٹ سجائی۔ پاس رکھا اسٹول کھینچ کر آگے کیا اور اس پہ بیٹھ گئی۔ اب اس کے اور نولان کے درمیان پلنگ تھا جس پہ انکل لیٹے تھے۔

''میں اپنے ماں باپ کے ساتھ فورکس سے ذرا دور رہتی تھی۔ وہ ایک گاؤں تھا۔ میرے بابا ایک طبیب تھے۔ انہوں نے مجھے یہ کام سکھایا تھا۔ پھر وہ فوج میں بطور ڈاکٹر چلے گئے اور اسی کے دوران وہ مارے گئے۔ میں اور میری ماں وہیں تھے۔ بابا کے جانے کے بعد سب تباہ ہو گیا۔ میں اپنی ماں کے ساتھ یہاں آ گئی اور ایک ہسپتال میں ملازمہ کی نوکری ڈھونڈی۔ مجھے نوکری مل گئی اور پھر میری امی کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ انہیں بابا کی موت کا گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ وہ برداشت نہ کر سکیں اور دنیا سے چلی گئیں۔ بابا کے پاس......میں بالکل اکیلی رہ گئی۔ میں اسی ہسپتال میں نوکری کرتی رہی اور اب تک کر رہی ہوں۔ تین وقت کا کھانا مل جاتا ہے، رات کو سونے کے لیے زمین ملتی ہے۔ خیر ہے......'' اس نے یہی بات لیزا کو بھی بتائی تھی۔'' پھر میری ایک دوست بن گئی۔ لیزا...... لیزا کو جب میں نے بتایا کہ مجھے میرے بابا نے طبیب کا کام سکھایا ہے تو اس نے مجھے کہا کہ تم پھر ملازمہ کی نوکری کیوں کرتی ہو؟ تمہیں تو نرس ہونا چاہیے۔ اس کی بات میرے دل کو لگی پھر میں نے اور اس نے نرس کے لیے ڈاکٹر سے بات کی۔ ڈاکٹر نے ہمیں سیلیکٹ کر لیا۔ وہ ہمارے کام سے خوش تھے۔ ہمیں پیسے بھی دیتے تھے۔ ڈاکٹر آرتھر ایک نیک دل انسان ہیں۔ انہوں نے ہماری بہت مدد کی ہے۔'' پہلے اس کا لہجہ اداس تھا پر آخر تک وہ ٹھیک ہو چکی تھی۔''ہم دونوں اس چھوٹی سی زندگی میں خوش ہیں۔''

وہ بتاتی گئی۔ نولان اور اس کا بوڑھا باپ میری بین سن کی کہانی سن کر اس سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ میری نے محنت ترک نہیں کی تھی۔ اس نے دکھوں کو اپنے سر پہ سوار نہیں کیا تھا بلکہ ہمت و حوصلے سے سارے حالات کا سامنا کرتی آئی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے ہی تھی۔ جب اس کے بابا اس دنیا سے گئے تھے تب بھی اس نے ہمت نہیں چھوڑی تھی۔ وہ اپنی ماں کو لے کر یہاں آ گئی کیونکہ گاؤں میں کوئی

نوکری نہیں ملی تھی۔اس کے بابا کے بعد بہت سے نئے طبیب آ گئے تھے۔کوئی ترس کھا کر ہی اس کے پاس آتا،اور یہ چیز اسے منظور نہیں تھی۔وہ فورکس آئی اور یہاں نوکری تلاش کی۔ایک دو جگہ سے اسے انکار کا سامنا کرنا پڑا۔اس کی ماں کے کہنے پہ وہ دوبارہ گاؤں واپس بھی گئی مگر اسے سکون نہیں آ رہا تھا۔کچھ دن تو جمع شدہ کچھ رقم سے گزارا ہو گیا مگر میری کو کوئی مستقل ذریعہ معاش کی تلاش تھی۔وہ پھر سے فورکس آئی اور ہسپتال میں ملازمہ کی نوکری کا پوچھا۔اسے نوکری مل گئی۔وہ اپنی ماں کو لے کر یہاں آ گئی۔اسی ہسپتال کے سرونٹ کواٹر میں وہ دونوں رہنے لگیں۔پھر چند ہی مہینوں بعد اس کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔وہ اب بالکل اکیلی رہ گئی تھی۔اس نے تب خود کو مزید مضبوط کیا تاکہ وہ ایک اچھی زندگی گزار سکے۔کوئی بھی اسے استعمال کرنے کی کوشش نہ کرے۔وہ اسی ہسپتال میں رہنے لگی۔بہت سے لڑکے اسے تنگ کرتے تھے مگر وہ ان کو ہمیشہ مزہ چکھاتی تھی۔پھر ایک وقت آیا کہ وہ ایک باہمت لڑکی کے لقب سے جانی جانے لگی۔ہسپتال کے گردونواح میں میری کو کوئی بھی تنگ نہیں کرتا تھا۔پھر اسے لیزا ملی اور لیزا کی بات سن کر اسے اپنی غلطی کا احساس بھی ہوا۔وہ آگے بڑھنے کے لیے تیار تھی۔

''تم بہت بہادر ہو میری۔''انہوں نے کہا اور اپنا بوڑھا ہاتھ بڑھا کر آگے کیا جسے میری نے تھام لیا۔اسے اپنائیت کا احساس ہوا۔

''آج سے تم مجھے اپنا باپ سمجھو۔''انہوں نے خوشدلی سے کہا۔میری کی آنکھیں بھر گئیں۔وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔

''شکریہ......''اس نے نم لہجے میں کہا۔انکل نے اس کا ہاتھ مزید مضبوطی سے تھام لیا۔نولان ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

اس دوران دروازہ کھلا اور سفید ڈاکٹری کوٹ پہنے ڈاکٹر آرتھر اندر داخل ہوئے۔ہاتھ میں چند کاغذات تھے اور انگوٹھے کے نیچے قلم تھا۔میری نے آنکھیں صاف کیں اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

''کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟''ڈاکٹر کے سوال پہ انہوں نے سر ہلا دیا۔

''کیا میں گھر جا سکتا ہوں؟اب میں ٹھیک ہوں۔''وہ پوچھ رہے تھے۔

''دو دن بعد......اور آپ کو ایک نرس کی ضرورت ہو گی جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہے۔آپ کو دوائی وقت پہ دی جانی چاہیے تاکہ مزید کوئی مسئلہ نہ ہو۔''ڈاکٹر نے بتایا اور کاغذات پہ کچھ لکھنے لگے۔

''ہم نرس کا ارینج کہاں سے کریں گے؟آپ ہمیں کسی نرس کا بتا دیں۔''نولان نے اپنی نشست چھوڑی۔

''میں......''

''کیا میری ہمارے ساتھ جا سکتی ہے؟''ڈاکٹر کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ بوڑھے آدمی نے اس کی بات کاٹی۔

وہ میری کی طرف دیکھ رہے تھے۔میری نے حیرانیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔وہ اب کیا بولتی؟

''یہ آپ کو میری ہی بتا سکتی ہے۔''ڈاکٹر نے فیصلہ میری پہ چھوڑا۔سفید رنگت،چہرے پہ ذرا بڑھی ہوئی کالی داڑھی،کالے بال اور گہری بھوری آنکھوں والا نولان بھی اسے دیکھ رہا تھا۔اسے تب احساس ہوا کہ میری کی آنکھیں بھی اس کی طرح ہیں۔گہری بھوری جو کالی ہی لگتی ہیں پر غور کرو تو اصل رنگ معلوم ہوتا ہے۔

''بتاؤ میری...... کیا تم میرے ساتھ جاؤ گی؟ میرا خیال رکھو گی؟ مجھے تم پہ اعتبار ہے۔ میں تمہیں اچھا معاوضہ دوں گا۔ تم تب تک ہمارے گھر رہ سکتی ہو۔ ہمارا گھر کافی بڑا ہے۔'' وہ اپنائیت سے بولے۔ میری جذبذ تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے؟

''آپ پلیز ہمارے ساتھ چلیں میری۔ آپ ڈیڈ کا بہت اچھے سے خیال رکھ سکتی ہیں۔ ڈیڈ کو اب آپ کی عادت ہوگئی ہے۔ وہ پچھلے تین دن سے یہاں ہیں۔ پہلے جب آپریشن نہیں ہو رہا تھا تب بھی آپ ان کے ساتھ تھیں اور آج دو دن بعد آپریشن ہوا ہے تب بھی آپ ہی ان کے ساتھ تھیں۔ ڈیڈ نے آپ کا ذکر پہلے بھی کیا ہے۔ آپ پلیز ہمارے ساتھ چلیں۔'' نولان نے کہا۔ وہ اپنے باپ کو ہر چیز ان کی مرضی کے مطابق دینا چاہتا تھا۔ وہ ہر حال میں میری کو منا لے گا۔ اسے اپنے باپ کا آرام بہت عزیز تھا۔

''ٹھیک ہے۔ میں چلوں گی۔'' وہ مان گئی۔ اس وقت نولان کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ وہ پرسکون ہو گیا تھا۔ وہ ممنون نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں کچھ اور بھی تھا۔ دونوں باپ بیٹے نے میری کا شکریہ ادا کیا۔

''چلیں آپ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب آپ نے زیادہ احتیاط کرنی ہیں اور میری تم ادھر آؤ......'' ڈاکٹر نے کہا اور میری ان کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ ڈاکٹر نے میری کو چند ضروری باتیں بتائیں۔ اس نے ساری باتیں بہت توجہ سے سنیں۔ نولان گاہے بگاہے میری کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی باتیں بھی سن اور سمجھ رہا تھا۔ میری اس کی نظروں کو محسوس کر سکتی تھی۔ وہ مسکرائی۔

بادل گرجے تو جائے نماز پہ لیٹی، میری ہوش میں آئی۔ اس نے آنسو صاف کیے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ رات نے ہر سو کالا رنگ چڑھا دیا تھا۔

اس نے جائے نماز سمیٹ کر سائڈ ٹیبل پہ رکھا۔

شیشے میں اپنا عکس دیکھ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

نچلی منزل کے بڑے سے کمرے میں انجلین بچوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ جارج، وِل، ایزابیل اور ایلس ایک پلنگ پہ تھے۔ انجلین، نینسی اور روزلین دوسرے پلنگ پہ بیٹھی تھیں۔ بڑی سی کھڑکی سے باہر چمکتی بجلی وقفے وقفے سے نظر آتی تھی۔

''تو بچو...... یہ روزلین ہے۔ آج سے تم سب کے ساتھ ہی رہے گی۔'' انجلین نے کہا۔ وہ سب چپ چاپ اسے سن رہے تھے اور گاہے بگاہے سب سنہرے بالوں والی روزلین کو بھی دیکھ رہے تھے۔ سب کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ کافی عرصے بعد کوئی نیا بچہ وہاں آیا تھا۔

''سسٹر انجلین......'' وِل نے اسے مخاطب کیا۔ سب نے اس کی طرف دیکھا۔ ''آپ ہمیشہ کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں سے کوئی لینے آئے گا پر...... یہاں کوئی نہیں آتا۔ ہمیں کوئی لینے نہیں آیا اور اب تو ایک اور بچی یہاں آ گئی ہے۔'' وہ دکھی لہجے میں بولا۔ انجلین اس کی بات سن کر لاجواب ہو چکی تھی۔

اس نے گہری سانس خارج کی۔ ''میں سمجھتی ہوں وِل پر...... تم بتاؤ، کیا تم یہاں خوش نہیں ہو؟ کیا میں تمہارا خیال نہیں رکھتی؟ کیا یہ سب تمہارے دوست نہیں ہیں؟ کیا یہ تمہارے ساتھ کھیلتے نہیں ہیں؟ اور اگر تمہیں کوئی لے جاتا تو کیا پتا وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرتا؟ ہر

کوئی تو اب اچھا نہیں ہوتا۔ دنیا میں برے لوگ بھی ہیں۔ میرے بچے......پلیز خود کو ایسے مت سمجھو۔''اس کے پاس یہی جواب تھا۔

''ہم کب کھیلتے ہیں سسٹر انجلین؟ لیڈی مہر ہمیں لان میں تو جانے نہیں دیتیں۔ آپ اور سسٹر میری ہمارا خیال رکھتی ہیں لیکن لیڈی مہر اتنی بری ہیں کہ میرا یہاں سے بھاگ جانے کو دل کرتا ہے۔ وہ کبھی کسی سے اچھے سے بات نہیں کرتیں۔ مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے۔ وہ بہت بری ہیں۔'' وِل کی نیلی آنکھوں کے گوشے نم ہو چکے تھے۔

انجلین نے دکھ بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔''وِل......آپ لیڈی مہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ آپ ابھی چھوٹے ہو۔ جب آپ سسٹر میری سے پڑھ کر بڑے ہو جاؤ گے تو آپ کو سمجھ آ جائے گا کہ وہ ایسی کیوں ہیں۔ میں آپ کو ابھی نہیں بتا سکتی۔ پلیز آپ لیڈی مہر کے بارے میں ایسے مت کہو۔ آپ ان کے بارے میں نہ سوچو۔ میں اور میری آپ کا خیال رکھتی ہیں ناں۔ بس ٹھیک ہے۔ لیڈی مہر میری مام کی طرح ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں ایسی بات پسند نہیں ہے۔ لیڈی مہر نے ہی سسٹر میری کو یہاں رکھا ہے تاکہ وہ آپ کو پڑھائیں اور جب آپ پڑھ لکھ جائیں گے تو آپ یہاں سے باہر جا سکتے ہیں۔'' وہ تحمل سے بولی۔ وہ جانتی تھی وِل ٹھیک کہہ رہا ہے۔

وہ مزید کچھ بولنے لگی کہ دروازے سے اندر آتی ماریہ کو دیکھ کر رک گئی۔ بارش بھی شروع ہو چکی تھی۔ ماریہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ انجلین مسکرا دی۔ ماریہ روزلین کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں؟''اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''وِل کہہ رہا تھا کہ لیڈی مہر ہمیں کچھ بھی کرنے نہیں دیتیں اور......''ایزابیل نے ساری بات بتا دی۔ ماریہ اور انجلین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''تم سب فکر نہ کرو۔ میں اور انجلین ہیں ناں۔ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' یہ جملہ شاید اس نے خود کو بھی کہا تھا۔''اور تم سب روزلین کو بھی دکھی کر رہے ہو؟ وہ نئی آئی ہے۔ تم سب اس سے دوستی کر لو۔'' وہ خوشی سے بولی اور روزلین کے بالوں میں ہاتھ ہلایا۔ روزلین مسکرا دی۔ وہ بات بدلنے میں کامیاب رہی تھی۔

''ہاں بالکل۔ میری ٹھیک کہہ رہی ہے۔ روزلین سے دوستی کرو۔ یہ تم لوگوں سے چند سال بڑی ہے۔ تقریباً چار پانچ سال......''انجلین نے روزلین کو دیکھا۔''کیا عمر ہے تمہاری؟''

''بارہ سال......اگلے مہینے میں تیرہ سال کی ہو جاؤں گی۔''اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''بہت اچھی بات ہے۔ پھر ہم اگلے مہینے تمہاری سالگرہ بھی منائیں گے۔''انجلین نے مسکراتے ہوئے سب کو دیکھا۔ ماریہ کی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ جانتی تھی کہ اسلام میں یہ جائز نہیں ہے۔ زندگی کا ایک سال کم ہونے پہ کیسی خوشی؟

ماریہ نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔

''چلو سب......اب کھانے کا وقت ہے۔ بلکہ رکو، ابھی تھوڑا کام رہتا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سب کو بلا لوں گی۔''انجلین نے کہا اور اپنا بھاری جثہ سنبھالتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

ماریہ نے ایک نظر سب کو دیکھا۔

''کل ہم سب کلاس شروع کریں گے۔صبح پڑھائی ہوگی اور دوپہر کے کھانے کے بعد اخلاقیات کی کلاس ہوگی۔ہمیں اب اپنی روٹین پہ آجانا چاہئے۔''اس نے کہا اور روزلین کی طرف دیکھا۔''کیا تم اسکول جاتی تھی؟''

روزلین نے اثبات میں سر ہلایا۔''جی سسٹر میری۔میرے ڈیڈ......''اس کا لہجہ رندھ گیا۔''مجھے روزانہ اسکول چھوڑنے جاتے تھے اور میں مام کے ساتھ واپس آتی تھی۔''وہ رونے لگی۔سب اس کرب کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے۔وِل کو وہی دن یاد آگیا جس دن وہ یہاں آیا تھا۔

ماریہ نے روزلین کو اپنے ساتھ لگایا۔وہ بھی تو اس کا دکھ سمجھ سکتی تھی۔اس نے بھی تو اپنے ماں باپ کھوئے تھے۔اس کی آنکھیں بھی بھیگنے لگیں۔پہلے اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں پھر روزلین کو الگ کر کیاس کی آنکھیں صاف کیں۔

''کل سے ہم پڑھنا شروع کریں گے۔''نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔

اتنے میں انجلین کمرے میں واپس آئی اور سب کو کھانے کا کہا۔سارے بچے چل پڑے۔ماریہ ان کے پیچھے تھی۔

وہ روزلین کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ کیا وہ اب یہاں ہی رہے گی؟ کیا اس کا کوئی جاننے والا نہیں ہے؟ کیا اسے روزلین کا گھر ڈھونڈنا چاہیے؟ کیا اسے کوئی اپنے پاس رکھ لے گا؟

یہ سوال اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔بارش اب تھم چکی تھی پر آسمان پہ بادل ہنوز گھیرا ڈالے ہوئے تھےجیسے وہ دوبارہ سے برسنا چاہتے ہیں۔چاند کی سفید روشنی نے پہاڑی پہ بنے اورفن ایج......خونی اورفن ایج کو کسی حد تک روشن کر رکھا تھا۔مزید روشنی پھیلانے میں اورفن ایج میں جلائی گئی زرد روشنیاں،اپنا کردار ادا کر رہی تھیں۔

وہ سب کچن سے ملحقہ کھانے کے کمرے میں کھانے کی میز کے گرد کرسیاں سنبھالے ہوئے تھے۔لیڈی مہر آج نہیں آئی تھیں۔وہ اپنے کمرے میں ہی تھیں۔سربراہی کرسی پہ آج روزلین براجمان تھی۔وہ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔بالکل لیڈی مہر کی طرح......رعب دار......

سب نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ماریہ کے سمجھانے کی وجہ سے بچوں نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے تھے اور کھانا سیدھے ہاتھ سے کھا رہے تھے۔اس سے قبل وہ دونوں کا استعمال کرتے تھے۔ماریہ نے انہیں اس بات کا احساس دلانے کی بجائے ایک اچھا طریقہ سکھا دیا تھا۔وہ اس پر عمل کر رہے تھے۔

کھانے کے بعد سب بچے انجلین کے ساتھ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ماریہ کھانے کے برتن سمیٹنے لگی۔

''تم یہاں سوجانا روزلین......''کمرے میں آ کر اس نے روزلین کو ایک پلنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔سفید چادر پہ بھورے رنگ کا کمبل ایک طرف رکھا تھا۔رات کو اکثر سردی لگتی تھی۔کمبل کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

روزلین نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ پلنگ پہ جا بیٹھی۔

انجلین اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ تھاما۔ روزلین نے اداس مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

''روزلین...... کیا تمہیں اپنے گھر کا راستہ معلوم ہے؟'' انجلین نے پوچھا۔ روزلین جانتی تھی کہ انجلین اسی قسم کا کوئی سوال کرے گی۔

سب بچے سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔

روزلین نے نفی میں سر ہلایا۔ ''مام ڈیڈ......'' اس کے آنسو بھر آئے۔ ''مام ڈیڈ ہی مجھے ہر جگہ لے کر جاتے تھے۔ مجھے کسی جگہ کا نہیں پتا۔ کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔'' اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔ اس نے اپنے آنسو باہر آنے سے روکے۔

''تم پریشان مت ہو۔ ہم اگر تمہارا گھر نہ ڈھونڈ پائے تو تم ہمارے ساتھ یہیں رہ سکتی ہو۔'' انجلین نے کہا۔ اسے انجلین کے انداز میں اپنائیت محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اچھا لگا۔ وہ پر خلوص تھی۔

''میرے گھر میں اب میری چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے سسٹر۔ میں وہاں اکیلی کیسے رہ سکتی ہوں؟'' وہ پھیکا سا مسکرائی۔

انجلین کو دکھ ہوا۔ اس نے مزید اس بارے میں کوئی بات نہ کی۔ اس نے روزلین کو اپنے ساتھ لگایا اور پھر کچھ دیر یوں ہی بیٹھی رہی۔ اس کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔ روزلین کے آنسو ضبط کے باوجود ابل پڑے۔ انجلین نے اسے چپ نہیں کروایا۔ وہ چاہتی تھی روزلین رو کر اپنا دل ہلکا کر لے۔

''گڈ نائٹ......'' اس نے روزلین کے کندھے کو تھپکی دی اور خود سے الگ کیا۔ روزلین نے سر نہیں اٹھایا تھا اور ایسے ہی آنسو صاف کر لیے۔

انجلین جانے سے پہلے لالٹینیں بجھا گئی تھی۔

روزلین بھی لیٹ گئی۔ کل سے ایک نئے دن کی شروعات تھی۔ نیا دن...... ماں باپ کے بغیر......

انسان کے تصور میں بھی یہ بات کہیں نہیں ہوتی کہ اسے اپنی زندگی میں اپنے ہی ماں باپ کے بغیر بھی دن گزارنے پڑ سکتے ہیں۔ غیر متوقع حالات انسان کو ایک پل کے لیے تو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

کہ نکل آؤ اب اس غفلت سے\
جہاں تمہیں لگتا تھا کہ سب تمہاری مرضی سے ہوگا\
تم بھول بیٹھے تھے کہ اس میں تمہارا اختیار نہیں\
یہ تمہارے بس میں نہیں\
اب یہی زندگی ہے\
تمہیں اسی میں رہنا ہے

ہوش سے......ہمت سے...... بہادری سے......

کہ اب تمہیں کوئی بچانے نہیں آئے گا

کہ اب تمہاری غلطیوں پہ پردہ ڈالنے والے نہیں رہے

کہ اب تم نے اپنا بچاؤ خود کرنا ہے

خود......اکیلے......تنہا......

☆☆☆☆☆☆

ماریہ نے سارے برتن سمیٹ دیے۔انجلین کچن میں آئی۔

''برتن تم نے سمیٹے؟''انجلین خالی میز کو دیکھ کر بولی۔

''نہیں......لیڈی مہر آئی تھیں۔انہوں نے......''ماریہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا واقعی؟''وہ ششدر رہ گئی۔

''افف......بھولی۔میں مذاق کر رہی تھی۔میں نے ہی سمیٹے ہیں۔''ماریہ اب ہنس دی۔انجلین نے پہلے منہ بنایا پھر وہ بھی ہنس دی۔

''تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔اب ہٹو، میں لیڈی مہر کو کھانا دے آؤں۔''وہ ہاتھ ہلا کر بولی اور آگے آئی۔ٹرے میں کھانا اور ایک پانی کا گلاس رکھا۔ماریہ اسے ایسے دیکھ کر ہنستی جا رہی تھی۔لیڈی مہر کا اتنا رعب......

اس نے سوچا۔

انجلین ہاتھوں میں ٹرے پکڑے مڑی اور ماریہ کو ہنستے دیکھا۔''تمہیں بڑی ہنسی آ رہی ہے۔''وہ خفگی سے بولی۔

ماریہ سے مزید قہقہے کا گلا نہ گھونٹا گیا۔''ویسے ہی ہنس رہی ہوں موٹی لڑکی......کیا ہنسنا منع ہے؟''وہ ہنستے ہوئے بولی۔

انجلین کے گال غصے سے سرخ ہو گئے۔''کیا کہا تم نے مجھے؟ موٹی کہا؟ میری......شرم کرو تم۔ایسے کسی کو نہیں کہتے۔تم بہت بری ہو۔''وہ ناراض تھی۔سخت ناراض......

''ارے ارے......میں بس مذاق کر رہی تھی۔''اس کی ہنسی ایک دم غائب ہوئی۔''مجھے معاف کر دو انجلین......''اس کے لیے انجلین کا غصہ بھی حیران کن تھا۔

ماریہ فوراً اس کے سامنے آئی۔''سوری انجلین......مذاق کر رہی تھی۔''وہ شرمندہ تھی۔

انجلین نے اس کا چہرہ دیکھا اور اگلے ہی پل فضا میں اس کا قہقہہ گونجا۔اب ناراض ہونے کی باری ماریہ کی تھی۔اس کی شرمندگی اب غصے میں بدل چکی تھی۔

''بہت بری بات ہے۔''وہ تنک کر بولی۔انجلین نے ٹرے ایک طرف رکھا اور ہنستی گئی۔ہنستے ہوئے ایک دم اس کی نظر ٹرے پہ

پڑی تو اس کی ہنسی کو بریک لگی۔

''اچھا اچھا بس...... یہ مذاق ہی تھا۔جیسے تمہارا مذاق تھا۔''اس نے لفظ مذاق پہ زور دیتے ہوئے کہا اور شانے اچکائے۔''افف......تمہاری وجہ سے مجھے دیر ہوگئی ہے۔''وہ باہر جانے لگی تو ماریہ نے اسے پکارا۔وہ پلٹی۔

''آج لیڈی مہر کو کھانا میں دے آتی ہوں۔مجھے ان سے معافی بھی مانگنی ہے۔''وہ پھیکا سا مسکرائی۔انجلین سمجھ چکی تھی۔اس نے ٹرے ماریہ کو تھما دی۔

''اچھا جانا مت ابھی۔مجھے تم سے بات کرنی ہے موٹی......''وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئی۔انجلین بھی ہنس دی۔

☆☆☆☆☆☆

اورفن ایج کی ملکہ کا عالیشان کمرہ زرد روشنی سے پرنور تھا۔وہ بیڈ پہ بیٹھی تھیں۔سامنے ان کی پسندیدہ کتاب کھلی تھی۔دروازے پہ دستک ہوئی تو انہوں نے فوراً کتاب چھپا لی اور اندر آنے کی اجازت دی۔دروازہ اپنی مخصوص چرچراہٹ کے ساتھ کھلا اور ہاتھوں میں ٹرے پکڑے میری بین سن اندر آئی۔لیڈی مہر نے ایک نظر اسے دیکھا۔ان کے خیال میں انجلین آنے والی تھی۔ماریہ چلتی چلتی ان کے پاس آئی اور ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دی۔

''انجلین کہاں ہے؟''وہ اپنے پرانے انداز میں واپس آچکی تھیں۔ماریہ کی نظر ایک دم سے ان کے ہاتھ میں پکڑی کتاب پہ گئی۔کتاب پہ کپڑا تھا،اسی لیے واضح نہ دی۔اس دن کی طرح آج بھی ماریہ کو صرف اس کا ایک کونا ہی نظر آیا تھا۔

''وہ میں نے ہی اسے کہا تھا کہ میں کھانا دے آتی ہوں۔دراصل مجھے......''وہ ذرا رکی جیسے الفاظ تلاش کر رہی ہو۔''مجھے آپ سے معافی مانگنی تھی۔اس دن بھی میں آپ سے ذرا سخت لہجے میں بات کی تھی اور آج بھی......''اس نے گردن جھکائی۔

''ٹھیک ہے۔''صرف اتنا کہا اور سامنے دیکھنے لگیں۔اس میں ماریہ کے لیے ایک اشارہ تھا کہ اب وہ یہاں سے جا سکتی ہے۔وہ اشارہ سمجھ چکی تھی۔وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اور انجلین میز کے گرد رکھی کرسیوں پہ براجمان تھیں۔ماریہ نے اسے لیڈی مہر سے ہونی والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔

''پھر میں واپس آگئی۔مجھے لگا تھا کہ وہ مزید کچھ کہیں گی پر......''اس نے حیرت سے کندھے ہلائے۔

''وہ زیادہ بات نہیں کرتیں ناں......''انجلین نے وضاحت دی۔''اچھا چھوڑو بھی۔تم بتاؤ،مجھے کیوں روکا ہے؟کیا بات کرنی تھی؟''انجلین متجسس انداز میں گویا ہوئی۔

''لیڈی مہر......لیڈی مہر کے بارے میں ہی بات کرنی ہے۔لیڈی مہر کون ہیں؟وہ یہاں کیسے آئیں؟کب سے رہ رہی ہیں وہ یہاں؟تم اکثر کہتی ہو کہ تم لیڈی مہر کو سب سے زیادہ جانتی ہو۔تم دِل کو بھی یہی کہہ رہی تھی جب میں کمرے میں آئی تھی۔میں بھی اتنے دنوں سے انہیں دیکھ رہی ہوں۔ان کی شخصیت میں کچھ تو ہے جو مجھے تجسس میں ڈال رہا ہے۔مجھے جاننا ہے ان کے بارے میں۔مجھے بتاؤ

انجلین ......میں سننا چاہتی ہوں۔لیڈی مہر ایسی کیوں ہیں؟ وہ اتنی سخت کیوں ہیں؟ وہ کیوں کسی سے بھی اچھے طریقے سے بات نہیں کرتیں؟ میں جب یہاں آئی تھی تو بکھی بان نے مجھے کہا تھا کہ یہ ایک خونی اور فن اسیج ہے۔کیا یہ سچ ہے؟ کس نے کس کا خون کیا ہے؟ کیوں اسے خونی اور فن اسیج کہا جاتا ہے؟ مجھے بتاؤ پلیز......پلیز انجلین۔" ماریہ نے کتنے ہی سوال کرڈالے تھے۔انجلین کے پاس اس کے ہر سوال کا جواب تھا۔

وہ چپ رہی۔اس کے چہرے پہ پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔ماریہ نے یہ محسوس کیا اور اس کا ہاتھ تھاما۔"بتاؤ......"

"تم جان کر کیا کروگی؟" اس نے پوچھا۔انداز میں اداسی تھی۔پھر سے وہی یادِ ماضی......پھر سے وہی کرب......

"میرے دل کو مطمئن ہونے کے لیے یہ سارے جواب چاہئے ہیں۔ان سب سوالوں کا جواب صرف تمہارے پاس ہی ہے انجلین......" وہ بولی۔اس کے انداز میں تجسس بھی تھا۔

"ابھی رہنے دو۔مجھے نیند آرہی ہے۔میں تھک بھی چکی ہوں۔مجھ میں ابھی ہمت بھی نہیں ہے۔میں......میں پھر کسی دن بتاؤں گی تمہیں۔میں بتادوں گی تم پریشان نہ ہو۔ابھی تم بھی سوجاؤ۔رات بہت ہوگئی ہے۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"پر......"

"میری......میں پھر کبھی بتادوں گی۔ابھی مجھ سے نہیں ہوگا۔تم یہیں ہو۔ہم پھر کبھی بات کرلیں گے اس پہ۔" وہ پھیکا سا مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

"ٹھیک ہے۔تمہاری مرضی......" اس نے ہار مان لی۔

"پھر کبھی سہی......" انجلین نے کہا اور پلٹ گئی۔ماریہ اسے جاتا دیکھتی رہی۔اسے لگا انجلین نے اپنے آنسو صاف کیے ہیں۔اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ انجلین سے زیادہ کریدے گی نہیں۔وہ جب بتانا چاہے گی بتادے......یا......پھر کچھ دنوں بعد وہ ایک بار پھر پوچھ لے گی۔

تجسس......تجسس کی بیماری بہت کچھ کروادیتی ہے۔

وہ سر جھٹکتی اپنے کمرے میں جانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆